



تصوف

دین یا بے دینی

مولانا عبدالمعید مدنی



مکتبہ الفریقین
دہرا دکن



تصوف

دین یا بے دینی

مولانا عبدالمعید مدنی

مکتبہ الفہیم
مولانا محمد یحییٰ مدنی

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan-Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfahemau@gmail.com

WWW.fahembooks.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	تصوف دین یا بے دینی
تالیف	:	مولانا عبدالمعید مدنی
طابع و ناشر	:	مکتبہ الفہیم منوایتھ بھنجن پوری
سال اشاعت	:	ستمبر ۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار ایک سو
صفحات	:	48
قیمت	:	25/00

باہتمام

شفیق الرحمن، عزیز الرحمن

مکتبہ الفہیم
منوایتھ بھنجن پوری

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhubia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfahemau@gmail.com
WWW.fahembooks.com

فہرست مضامین

۵	۱- پیش لفظ
۷	۲- مقاصد تصوف
۱۵	۳- تصوف کا موضوع اور طریق کار
۲۷	۴- تصوف بے ضابطگی کا شاہکار
۳۵	۵- تصوف بے ضابطگی کا شکار
۴۱	۶- تصوف کے ہمہ جہتی سلبی اثرات



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مئی ۱۹۹۷ء میں رچھارلی میں تصوف پر ایک سیمینار کا انعقاد ہوا تھا۔ اس میں شرکت کی دعوت ملی۔ مارچ میں میری بیوی کا انتقال ہوا تھا۔ دل و دماغ پر غم و اندوہ کا بوجھ تھا پھر بھی احباب کے کہنے پر سیمینار میں شرکت کی۔ گھر پر چھوٹے بچوں کو دیکھنے والا کوئی نہ تھا اسی لیے انھیں بھی ساتھ لے گیا۔ وہاں پہونچے تو مجروح احساس پر قدم قدم پر چر کے لگے اور مقالہ تک نہ پیش ہو سکا، ایک لڑکا بیمار بھی ہو گیا وہاں سے واپس ہوئے تو بعض احباب کے کہنے پر اُسے قسط وار ماہنامہ ”آثار“ میں چھپنے کے لیے دے دیا گیا۔ مضمون چھپا لیکن اس میں پروف کی کافی غلطیاں رہیں۔

اسی مقالے کو درست کیا گیا، حذف و اضافہ کے ساتھ اُسے کتابی شکل دے دی گئی۔ اس مقالے میں تصوف کی شریعت، منہجیت، عملیت، فعالیت اور مضرت پر بات کی گئی ہے اور یہ نتیجہ ظاہر کیا گیا ہے کہ تصوف ہر اعتبار سے دین سے خارج شئی ہے اور گمراہی کا منبع، دنیا میں کوئی نظریہ تصوف سے زیادہ گمراہ کن اور فاسد نہیں ہے اور دین کی قرآن و سنت سے ثابت شدہ باتوں پر تصوف کا عنوان لگانا بہت بڑی جسارت ہے جو معافی کے لائق نہیں ہے۔

تصوف ایک انسانی روحانی تجربہ ہے اُسے دین و شریعت کا نام نہیں مل سکتا ہے، اور ہر صوفی کا تجربہ دوسرے صوفی سے جدا ہوتا ہے اور اس تجربے میں جس قدر تعمق آتا جاتا ہے گمراہی اسی قدر بڑھتی جاتی ہے۔ اس تجربے کے لیے انسان کو ہر قدم پر شریعت سے دور

ہٹنا پڑتا ہے اور تجربے میں جس قدر تعمق ہوگا اس کے بقدر انسان شریعت سے دور ہونے لگے گا۔ انسانی تجربہ پھیلاؤ تنوع چاہتا ہے۔ یہ تجربہ کسی حدود قید کا پابند نہیں ہے۔ اس لیے اس میں ارتقاء آتا گیا اور گمراہیاں بڑھتی گئیں۔ اور اس آزادی فکری پر قدغن نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر تصوف کسی پابندی کو برداشت کر لے تو تصوف تصوف نہ رہ جائے گا، تصوف کا مسلک ہی آزادی اور اباحت ہے۔

تزکیہ و تربیت کے عمل سے ہٹ کر طریقت کی راہ اپنانا اور اسے شریعت کا مد مقابل بنانا نیا دین ایجاد کرنا ہے۔ طریقت ایک بدبختی ہے اور شریعت کے مد مقابل نیا دین جاری کرنا ہے، شریعت کامل مکمل ہے اس کی تکمیل کے لیے طریقت کی گرہ لگانا ایک جسارت ہے فی الواقع تصوف ایک جسارت ہے اور اس کی جسارت کی مثالوں سے کتابیں بھری ہیں۔ انسا الحق۔ ما فی الحجة إلا اللہ سے معاملہ اس وقت آگے بڑھ چکا ہے اور اس راہ کے راہی یہ کہنے لگے ہیں اللہ کون ہے؟ ہمیں نہیں معلوم۔ ہم قبر والے صوفی کو جانتے ہیں اور بس۔ اب بھی تصوف کو جو ہر دین کہنے والے نہیں رکتے۔ اب تصوف سب سے بڑی جسارت ہے۔

کتاب مکتبہ الفہیم مونا تھ بھجن سے چھپ کر قارئین کے ہاتھ میں ہے، اللہ اسے مفید بنائے، اور مؤلف ناشر اور ہر معاون کو ثواب داریں عطا کرے۔ آمین

عبدالمعید

۲۰۰۹/۶/۲۲

اہل حدیث منزل دہلی ۶

فصل اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقاصد تصوف

مقاصد تصوف کیا ہیں؟ یہ سوال ہمیشہ لوگوں کے سامنے رہا۔ اس سوال کا جواب عقیدہ و تصور کے مطابق متنوع قسم کا ہوتا ہے۔ کہیں تصوف کو روح اسلام سمجھا جاتا ہے اور اسکی اہمیت پر حد سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ کہیں اسلامی تصوف اور غیر اسلامی تصوف کی تفریق کی جاتی ہے اور اس کے اندر موجود حسن و قبح اور غلط و صحیح پر بحث ہوتی ہے۔ ایک بڑا گروہ ایسا بھی ہے جس نے تصوف کی بارگاہ میں اس طرح گردن خم کر دیا ہے کہ اس کے نام سے ہر قسم کے فکری اور عملی بگاڑ کو مستند مان کر تسلیم کر لیا ہے۔

کتاب و سنت کے فہم کا صحیح منہج کیا کہتا ہے، تصوف کے متعلق اس کا کیا فرمان ہے، وہ تصوف کے متعلق کیا حکم صادر فرماتا ہے، یہ دیکھنے اور غور کرنے کی بات ہے۔

اسلام دین کامل ہے، یہ قرآنی عقیدہ ہے، جسے ہر مسلمان مانتا ہے، دین کامل نے انسانی رشد و ہدایت اور ارتقاء و تمدن کے لیے سارے عملی و فکری اسباب و ذرائع مہیا کیے ہیں، زندگی کا ہر گوشہ اس کی ضیاء باری سے مستنیر ہے، روحانی ارتقاء، صفاء نفس، تہذیب و تمدن کے لیے بھی اس کے اندر ہدایات موجود ہیں، ان عظیم مقاصد کے حصول کے لیے بھی یہاں رستہ کھلا ہوا ہے۔ اس گوشہ حیات پر کامل اسلام کی جلوہ فزائی اور ضواء افگنی کچھ

زیادہ ہی ہے، اس لیے کہ روحانی ارتقاء یا صحیح معنوں میں تقویٰ، تعفف، انابت اور زہد کے مسائل انسانی تجربات سے نہیں حاصل ہو سکتے۔ ان کے حصول کا متعین راستہ ہونا چاہئے، کیوں کہ یہی معراجِ عبدیت ہیں اور ان کا حصول صرف اور صرف توقیفی اعمال و عقائد سے ہی ممکن ہے، تقویٰ، خشیت، تضرع، احسان اور عبدیت انسانی زندگی کے جوہر ہیں ان کے بغیر زندگی کا کوئی کام صحیح طور پر انجام پذیر ہو ہی نہیں سکتا۔

لائق توجہ بات یہ ہے کہ وہ اشیاء جو جوہر کی حیثیت رکھتے ہیں کیا ان کے حصول کا جامع تصور کامل اسلام میں موجود نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں کو ان کی یافت کی خاطر کسی دوسری شریعت یا دین کا سہارا لینا پڑے گا یا انسانی تجربات کو دین کا درجہ دینا پڑے گا، اور ان کو اپنانا ہو گا تا کہ اسلام کا اولین مطلوب حاصل ہو سکے، تصوف کی پوری تاریخ اسی داستانِ الم کی تکرار ہے کہ دین کامل کے تصورِ عبادت سے اسے اطمینان نہیں ہے، اسے ان اشیاء جوہر کے حصول کے لیے کچھ اور ذرائع کی تلاش ہے۔

تصوف کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اندر سے دنیاوی رغبت کو ختم کر دیا جائے اور تجرد عن الذات اور تجرد عن الدنیا کی ان کے اندر کیفیت پیدا کر دی جائے، اور اس کے نتیجے میں ان کی زندگی میں دنیاوی فتنوں اور رغائب کا ذرہ بھر اثر نہ رہ جائے۔ کامل طور پر انسان زہد کی زندگی گزار سکے۔

ایک مرتاض دنیاوی لذتوں، عیش و آرام اور غفلت سے کنارہ کش ہو جائے، اس کی زندگی سرتاپا عبادتِ الہی اور خشیتِ ربانی کی تعبیر بن جائے، اس کی خاطر اسے سماج، گھر، آل اولاد، کنبہ، قبیلہ اور رشتہ ناٹھ سب سے دور ہونا پڑتا ہے، مختصر لفظوں میں تصوف ترک دنیا کا نام ہے اور اقبال الی اللہ اس کا مقصد ہے۔

اگر ان مقاصد میں تصوف کو کامیابی مل جائے تو کیا صرف یہی مقصدِ اسلام ہے، کیا اسلام کا تصورِ عبادت ان مقاصد کے حصول میں معاون و مدد نہیں ہے یا اس سے ان مقاصد

کی تکمیل نہیں ہوتی ہے، خشیت تضرع اور انابت کی وہ کون سی ادا ہو سکتی جس کی یافت اسلامی عبادات سے نہیں ہو سکتی، نماز معراج مؤمن ہے قرآن و احادیث میں نماز اور اس کے مقتضیات، متعلقات اور نتائج پر سیر حاصل گفتگو موجود ہے۔ ایک مسلمان کی جدوجہد اگر ان محوروں پر ہوگی تو انسان عبدیت، اخلاص، تزکیہ، اصلاح نفس، یقین اور شکر و صبر کے مراحل طے کر سکتا ہے، دعا تلاوت قرآن، فہم و تدبیر قرآن، آیات و احادیث رقائق سے قلوب بنی آدم میں ہمہ جہتی تغیر پیدا ہو سکتا ہے، فکر و نظر کا ارتکاز، عملی جاہد و پیائی، قلب و نگاہ کی صفائی ان سے حاصل ہو سکتی ہے جس تو ازن اعتدال اور ہمہ گیری کا عمل اسلامی عبادات میں جاری ہوتا ہے، تصوف کی بہت سی خود ساختہ ریاضتیں اور اوراد و وظائف اس کے عشر عشر بھی بار آوری کا دعویٰ نہیں کر سکتے، تصوف کا سارا کاروبار زہد سلبی ہے اور اسلامی تصور عبادت پورا پورا تعمیری ہے، غایت مقصد اور نتائج کے اعتبار سے تصوف اور اسلامی عبادات دونوں بالکل محاذی لائنوں پر کام کرتے ہیں۔

اسلامی عبادات سے ایسا فرد اور معاشرہ تیار ہوتا ہے جن سے حقوق کی ادائے کامل طور پر ہو سکے، قیام عدل ہو، ہر فرد خود اپنی ذمہ داری نبھانے کے لیے شعوری طور پر جواب دہ ہو، ضمیر کی آزادی کے ساتھ اس کائنات میں اسلامی مشن پورا کرنے کا اہل بن سکے، تعمیر ارض اور خلافت اسلامی کے قیام کے لیے کوشاں ہو اور کامل اسلام کی کامل نمائندگی زندگی کے ہر گوشہ میں کرنے کے لیے مستعد رہے۔

تصوف کا عمل یہ ہے کہ اپنے اسیران زلف کو ترک دنیا کی تعلیم دے، ”قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات“ کی مخالفت کرے، اور سارے فرائض حیات سے انھیں کاٹ کر گوشے میں لا بٹھائے، دنیا سے نفرت دنیا والوں سے نفرت سکھلائے، کاروبار حیات سے نفرت کرنے کی تعلیم دے، معاشرہ تباہ ہو، کفر و باطل کا ساری دنیا میں بول بالا ہو، اس سے صوفیا کو کوئی سروکار نہیں یہ الگ بات ہے کہ ولولہ پسند

طبیعتیں حوصلہ جو افراد خانقاہیت کا لبادہ اڑھ کر بھی کاروبار حیات سے دل چسپی لیتی ہیں لیکن بہر حال اصولی بنیادوں پر یہ مہم جوئیاں خانقاہیت کے خلاف بغاوت ہی میں شمار ہوں گی، انھیں مزاج خانقاہیت سے سرکشی میں شمار کرنا ہوگا، یہ کردار اور فکر میں تضاد کا آئینہ دار مانی جائیں گی۔

سادہ سی زبان میں اسلامی تعلیمات خاص طور پر عبادات اور تصوف میں بہت بڑا فرق ہے، منزل جدا، مراحل جدا اور مقاصد جدا، اس جدائی اور دوری کے پلا وجود کیا تصوف کو اسلامی کہا جائے گا اگر اسلامی عبادات سے سارے مقاصد پورے ہو رہے ہیں، جن سے تعمیر فرد، تعمیر معاشرہ، تعمیر ملت اور قیام خلافت کا کام پورا ہو سکتا ہے تو پھر تصوف کی فنکاری کی کیا ضرورت اور کیوں اس کی تباہیوں سے اغماض کیا جائے؟ اسلامی عبادات کو اس کے تعبیدی اور شرعی معنوں میں کیوں نہیں رہنے دیا جاتا؟ اس کے اوپر کیوں تصوف کی راہبانہ چھاپ لگائی جائے، کیوں بلیات، عدم توازن، احتجاج پسندی بدعات، شرکیات، الحادیات فتنوں، خرافات اور مصیبتوں سے لدی چنیا بیگم کو اسلامی حیرانہن پہنایا جائے، کیوں نہ اسے بازار عجم ہی میں نیلام ہونے کے لیے چھوڑ دیا جائے؟

یہ تو بات ہوئی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر۔ عملی دنیا میں آئیے اور وظائف تصوف اور اعمال عبادات پر نظر ڈالئے، اعمال عبادات سراسر توقیفی ہیں حتیٰ کہ وہ دعائیں بھی جن کا تعلق فرائض عبادات اور صبح و شام کے متعینہ اوقات سے ہیں، حد بندی اور توقیفیت سے اتباع اور اطاعت کی راہ ہموار ہوتی ہے ان کے سبب ذہن و دماغ انتشار اور پراگندگی سے محفوظ رہتے ہیں، غیر اسلامی ریاضتوں کو عبادات کے نام پر افراد کے اعمال میں در آنے کا موقع نہیں ملتا ہے، ان سے توازن اور اعتدال قائم رہتا ہے اور ان سے اجتماعیت کا تصور بھی ابھرتا ہے، ان سے ہمہ جہتی رنگ میں اکہری شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے یہاں تک کہ زندگی صبتہ اللہ میں رنگ جائے، ایمان، عبادات اور اعمال صالحہ کا ہر پہلو اور عقائد سراسر اطاعت الہی

اور اتباع الہی سے بندھے ہوئے ہیں، جہاں اسلامی اعتقادات و عبادات کی توقیفی لائنوں سے دوری ہوئی شرک و بدعات اور الحاد کا دروازہ کھلا، ان دروازوں کے کھلتے ہی معرفت الہی کا دروازہ بند ہوا، عبدیت کے مراحل طے ہونے موقوف ہوئے گیوں کہ شرک و بدعت اور الحاد کے ہوتے کسی عمل کو بارگاہ الہی میں پذیرائی نہیں ملتی ”لئن الشرکت لیجبطن عملک“ اور ”کل امر لیس علیہ امرنا فهو رد“ ”کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار“ کا خطرہ سروں پر منڈلانے لگتا ہے، تصوف کی دنیا میں خواہ صوفی کتنا ہی مستند ہو وہاں آزادی ہی آزادی ہے، موضوعات اور ضعاف کے سہارے بے شمار قسم کی نمازیں رواج پذیر ہو گئیں ہیں پھر ان کی کیت، کیفیت اور ہیئت کی بھی حد نہیں ہے، اسلامی عبادات میں زمان و مکان اوقات اور ہیئت کا بھرپور قانون ہے، عالم تصوف میں عبادات اور ریاضیات کی حد بندی نہیں ہے، نہ مسجد شرط ہے نہ جماعت شرط ہے اور مختصر عہ نمازوں کے لیے اوقات کی حد بندی ہے اور نہیں بھی ہے، اور اوراد و وظائف کے نام پر ہر سلسلہ اور ہر صوفی کے اپنے معمولات و تجربات ہیں، اور ان کی ادبگی کی مضحکہ خیز صورتیں بھی ہیں، درود کے نام پر نوع بہ نوع درود ایجاد کر لیے گئے ہیں، ان کی فضیلت اور کیت و کیفیت کے لیے قصص و اہیہ کو گھڑ لیا گیا ہے ان تمام اعمال اور اوراد و درود کے فضائل اور ثواب بھی متعین کر لیے گئے ہیں مزید ان پر عالمین کے قصص منکرہ کا ایک طومار سنایا اور پڑھا جاتا ہے جو الگ گراہی اور فانی الرجال کا ایک کورس بن جاتا ہے۔

وظائف اور ریاضتوں سے بات آگے بڑھتی ہے تو فاتحہ، نقوش اور تعاویذ کی بے شمار قسمیں عالم وجود میں آتی ہیں، شعوذہ، طلسمات، سحر اور عالم ارواح کا فن سکھایا جاتا ہے ان سے ہدایات وصول کیے جاتے ہیں، منامات اور مکاشفات وحی کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

تجرد عن النفس اور ترک دنیا کا عمل یہیں پر ختم ہو جاتا تو بھی مسئلہ آسان ہوتا، اس سے آگے بڑھ کر مراسم تصوف بھی مرتب ہونے لگتے ہیں، زہد و ترک دنیا کے لیے ریاضت

سادہ سی بات تھی لیکن ان سے بڑھ کر ایک نظام وجود میں آ گیا جس کے الگ ہی خدو خال بنائے گئے ہیں، جن کا اسلام سے رشتہ مشکل سے ہی سمجھا جائے گا، نظام آنے کے بعد کہاں کی حد بندیاں اور کہاں کی بندشیں، رہبانیت جوگ اور یونانی فلسفے کے تمام افکار و تجربات اور ریاضتیں اس نظام میں داخل ہو گئیں، اس نظام کی پابندی کے حوالے سے ریاضت کی خاطر گھر در چھوٹ جاتا ہے، اگر آل و اولاد کی عالمی زندگی ہو اسے خیر باد کہنا پڑتا ہے، سماج اور معاشرہ سے منھ موڑنا پڑتا ہے جسم و جان کی جائز ضرورتوں سے محرومی ہوتی ہے، تقشف اور جسمانی اذیت عین مطلوب بن جاتی ہے، ہیئت اور شکل بدلتی ہے، لباس اور بود و باش بدل جاتا ہے خود اعتمادی عزت نفس احساس اور شعور کو تیاگ دینا پڑتا ہے، اتباع اور اطاعت کی راہ چھوٹی ہے تو مرشد اور پیر منزل مقصود ہوتا ہے، بیعت ہوتی ہے ارادت اور عقیدت کے ہفت خواں طے ہوتے ہیں، مرشد جو کہے وہی کرنا ہوتا ہے وہ اگر حرام کے ارتکاب کا حکم دے تو حکم عدولی کی گنجائش نہیں، کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی تعلیم دے تو اسے ماننا ضروری ہے، نماز سے روک دے تو رک جانا لازم ہے، تصویر شیخ ہی اصل رہبر و رہنما ہے تصویر شیخ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک کے بجائے ”ان تسلك كان يري الشيخ فان لم تكن تراہ فانہ یراک“ کا منظر بن جاتا ہے، اس سے بھی سیری نہ ہو تو کسی صاحب کشف و کرامات کی قبر پر مراقبہ ہوتا ہے تاکہ اصلاح قلب ہو سکے، مرشد کی ارادت ایسی شدید ہونی چاہئے کہ سر سجدہ تعظیم میں آسانی سے جھک جائے، راہ سلوک، راہ طریقت اور راہ معرفت طے ہوتے ہیں، ترقی اتنی بڑھتی ہے کہ مکمل طور پر مرید کو ذات شیخ میں فنا ہونا پڑتا ہے، ان تفصیلات سے آسانی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعمال تصوف پیر کے لیے ہوتے ہیں اور اعمال عبادات اللہ کے لیے، ترقیق قلب کے لیے رقص و سرود کی محفل لگانی پڑتی ہے، تو الیاں لگانی جاتی ہیں، اگر امر و اور طوائف کی خوب صورت آواز اور حسین چہرہ ہو تو محفل تصوف دو آتشہ بنتی ہے، سرمستی مدہوشی

اور حال کا ایسا سماں بندھتا ہے کہ اس پارسائی کے دامن کو اگر نچوڑ دیا جائے تو فرشتے وضو کو دوڑ پڑیں، معرفتِ الہی کے لیے امرِ پرستی اور حسنِ فریب خوردہ کی اسیری بھی رقتِ قلب کے لیے تریاق ہے، معرفتِ الہی کا جلوہ نعوذ باللہ، ایسا آوارہ ہوتا ہے کہ کسی معظمِ مرشد کو عیسائی لڑکی میں نظر آسکتا ہے اور اس جلوہ معرفت کی یافت کے لیے اس لڑکی کے ساتھ آٹھ سال سو رہی چرایا جاسکتا ہے، اس کے بعد منزلت اتنی بڑھ سکتی ہے کہ فرشتے اس کے لیے تقربِ الہی کی بشارت لے کر اتر سکتے ہیں مکاشفات اور کرامات سے شاد کامی ملتی ہے، ولایت کے درجہ بلند پر فائز المرامی نصیب ہوتی ہے اور عالمِ غیب و عالمِ حاضر کے سارے حجابات ختم ہو جاتے ہیں، کائنات میں تصرفات کرنا حق بن جاتا ہے، اچنبھے کی بات یہ ہے کہ اتنے پاؤں بیلنے کے بعد ملا کیا؟ ذمہ داریوں سے فرار اسلام کے عائد کردہ ہمہ گیر فرائض اور واجبات سے فرار، میدانِ عمل اور کارزارِ حیات سے فرار، ایک طرف اسلامی تصور عبادت کی عملی تصویر ملاحظہ ہو اس کے پیر اہل تصوف کی بوالعجبیوں پر نظر رہے، کیا سہل و سادہ زندگی سے بھرپور اور بامعنی اسلامی عملی تصویر قابل قبول ہو سکتی ہے یا رہبانیت اور جوگ کا سہلی نقش و زہد جو غلو کچی اور بے راہ روی سے تعبیر ہے۔

اسلامی تصور عبادت تو ازن اور اعتدال کا آئینہ دار ہے، عبادت اور پرستش کی اتنی ہی مقدار اسے مطلوب ہے جو انسان کو کبر سے دور کر کے اس کے اندر عبودیت، انابتِ اوقات، تضرعِ خشیت اور اخلاص کی خوبیاں پیدا کر دے، کیوں کہ ایک مؤمن کے لیے یہ عناصر کا ملہ کارگاہِ حیات میں عملی جدوجہد کے لیے توشہ ہیں، انھیں سے اس کی پہچان بھی بنتی ہے یہی خوبیاں اس کی راہِ حیات میں نور کا کام دیتی ہیں اور انھیں کے بل بوتے پر وہ حقوق کی شناخت کر سکتا ہے، جاں فشانی اور قربانی کا ولولہ رکھتا ہے، تعمیرِ ملت، تعمیرِ معاشرہ، اور تعمیرِ ارض انھیں کارہینِ منت ہوتا ہے، تمام ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ہر میدانِ حیات کو سر کرنے کا حوصلہ بھی انھیں سے ملتا ہے، آخری سانس تک جاہدِ پیائی کی توانائی بھی

یہی ہم پہنچاتے ہیں ”قُلْ اِنْ صَلَاتِي وَنَسْكَی وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِي كِي نَفْعَ خَوَانِي اَنْهِي سَ هُوَیْ هَے۔ رَبِّ اَوْزَعْنِي اِنْ اَشْكُرْ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلٰی وَعَلٰی وَالْدٰی وَاِنْ اَعْمَلْ صَالِحًا تَرْضَاهُ كِي رَاهِ پَرگامزن يِهِي كَرْتِے هِن۔

اس كے برعكس تصوف كا عمل رِيَا ضَتْ برائے رِيَا ضَتْ هوتا هے صوفی كے اندر مشكوك رَاهول سَ رَوْحَانِيَّتْ كا جوش و ولولہ پيدا هوتا هے ليكن اِن كے نكٹنَ كِي رَاهِيں رِهْبَانِيَّتْ كے سبب بند هوتی هیں، پھر سكر و بدمستی، مكاشفَات اور منامات كا دور چلتا هے، بزمِ خَوِیش كرامات اور ولایت كے هفت خَواں طے هوتے هیں اور وہ خود كُوزَه و خود كُوزَه كِر و خود گِل كُوزَه بن كر خود پسندي كا شكار بن جاتا هے، خَلْقِ خدَا اس كے فتنہ عام ميں مبتلا هو جاتی هے جب اس كے اوپر شطحات كِي بركها هوتی هے تو اس كو كچھ نِهِيں دكھائی ديتا هے، عالم غيُوبَت كا سماں هوتا هے اور فتنوں كا خارزار، اس حال ميں اس كِي خود پرستی رِهْبَانِيَّتْ پسندوں اور جوگ پرستاروں كو جمع كر ليتی هے، برهنه گندے جنون و سكر كے شكار دين كِي ادنیٰ خوبي سَ عاری تو هم پرستی كِي دكان سجاديتِے هیں، شريعت كِي تحقير هوتی هے اور اس كِي پابندي يِهِي طريقت كِي معراج پانے كے بعد اٹھ جاتی هے۔

يِه شمرات رَاهبانہ تصوف كے هیں جنهيں اہل علم جانتے هیں، ثمرات، نتائج كا رگاہ عمل اور طرزِ عمل سَ آگاہي كے بعد اگر تصوف كے ليے عذرِ خواہي كا راستہ چنا جائے، تو يِه دردناك كہانی هوكی اور اسلامِ كامل كِي مظلوميت كِي عبرتاك داستان، اسلامِ كامل ميں وہ سب كچھ هے جس سَ حسنات دنيا اور حسناتِ آخِرَت كا حصول ممكن هے، اسلامِ كامل كے پيرِ اہل تصوف كو چنچ ميں رَاه دینے سَ كيا ملا، زوالِ امت تو هم پرستی، قبر پرستی عقيدہ و عمل كا بگاڑ، اطاعت اور اتباع سَ دوری، شريعت كِي تحقير، اللہ و رسول سَ دوری سماج اور معاشرہ سَ فرار اور ملت و خلافت سَ چشم پوشی، اور ميدانِ عمل سَ پہلو تپی۔

فصل دوم

تصوف کا موضوع اور طریق کار

تصوف کی داستان ہزار رنگ کا جلوہ گلی گلی اور کوبہ کو پھیلا ہوا ہے لیکن اس کے پیچھے جو اثرات ہیں وہ بھی عیاں ہیں، تصوف کا موضوع فرد ہے فرد کی روحانی ارتقا اس کا مقصد ہے، معراج تصوف یہ ہے کہ انسان تارک دنیا بن جائے موضوع اور طریق کار نگاہ میں رکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام نظریات میں تصوف سب سے زیادہ استبدادی نظریہ ہے، اس استبدادی نظریے کا امت مسلمہ کے یگاڑ میں جو رول ہے وہ انتہائی بھیانک ہے، کامل اسلام کے ماتنے والوں کے اندر جب تباہی آئی تو خلافت ملوکیت اور شخصی استبداد میں بدل گئی، عقیدہ فلسفہ بن کر رہ گیا، اسلامی عبادات کی تصوف نے صورت بگاڑ دی، شریعت اور مسائل شریعت جمود و تعصب کی چکی میں پس کر رہ گئے بیت المال مال غنیمت بن گیا، معیشت جاگیر داری اور اجارہ داری میں تبدیل ہو گئی۔

اسلام کا موضوع پوری کائنات اور ماوراء کائنات سبھی کچھ ہیں اس کائنات ارضی پر امامت ربانی اٹھانے اور خلافت اسلامی قائم کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں کو سونپی گئی ہے، ان مقدس کارناموں کو پورا کرنے کے لیے رجال و افراد کی ضرورت پڑتی ہے، افراد و رجال کی تعمیر اسلامی بنیادوں پر اس طرح ہوتی ہے کہ وہ احساس و شعور امانت و دیانت، عدالت و قیادت اور تقویٰ و خشیت کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ ان کے اندر موجود ساری

توانائیوں اور ہنرمندیوں کو پینپنے کا بھرپور موقع ملے اور ہر میدان میں اتقان و مہارت سے قیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں، اور انسانیت کو رب العالمین کی الوہیت و ربوبیت کا درس دیں تاکہ رضائے الہی حاصل ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے افراد کے ہر قسم کے حقوق کی بحالی کی اور ان کی ہر جائز ضرورت کو پورا کیا، ان کی جان مال عزت آبرو اور عزت نفس کے تحفظ کی ضمانت دی، آزادی ضمیر و آزادی رائے کو بحال کیا حتیٰ کہ معمولی بات اور معمولی حرکت جس سے کسی کی دل آزاری ہو اس کو بھی روا نہیں رکھا گیا، اسلام میں انسانی جذبات اور عزت نفس کا اتنا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اگر تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہیں کر سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ کا ہر فرد خواہ غریب ہو یا امیر، مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، چھوٹا ہو یا بڑا، دیہات کا باشندہ ہو یا شہر کا سب کو یکساں طور پر آپ نے وقار و احترام اور عزت نفس کا احساس دلایا، ہر ایک کی خودی اور ذاتیات کو تحفظ دیا حکومت کی خاطر افراد کے حقوق یا مال نہیں ہوئے، نہ افراد کی خاطر سماج اور حکومت کے حقوق میں تبدیلی کی گنجائش رکھی، آپ کی ذات اقدس افضل البشر اور رحمت للعالمین قرار پائی، لیکن شرعی محبت اور اتباع کو فرض قرار دینے کے بعد بے جا تو غل اور عقیدت سے روکا، فرمایا میرے لیے ایسا نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ اپنے بڑوں کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، حضرت بریرہؓ کو مغیث شوہر کے پاس لوٹنے کو کہا مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہؓ آزاد تھیں، انھیں آزادی ملنے کے بعد حریت ملی تھی کہ مغیث کو چھوڑ دیں یا ان کے ساتھ رہیں، رسول گرامی نے ساتھ رہنے کا اشارہ کیا تھا پوچھا حضور مشورہ ہے یا حکم، فرمایا مشورہ ہے حکم نہیں، کہا واپس نہیں جاؤں گی، رسول رحمت نے ان کی حریت میں مداخلت نہ کی، آپ نے زرعی مسائل میں اہل مدینہ کو مشورہ دیا کہ گاہانہ لگایا کرو مشورے پر عمل ہوا۔ فصل کم آئی صورت حال سامنے رکھی گئی، ارشاد ہوا ”انتم اعلم

بامور دنیا کم“ فرمایا ”یہود و نصاریٰ کے طرح میرے بارے میں غلو نہ کرنا“ صفِ نازک بڑے بوڑھوں بچوں اور والدین کے بارے میں خاص اہتمام کا حکم دیا، پڑوسی غرباء مساکین اور یتامی و حاجت مندوں کی پاسداری اور احترام و رعایت اور دیکھ رکھ کے قانون بنائے۔ اور ان کی بجا آوری پر دنیا و آخرت کی سرخ روئی کی خبر دی۔ باطل پر خاموشی اور حق سے پہلو تہی پر سخت وعید کی، کلمہ حق ظالم حکمرانوں کے سامنے کہنے کو افضل الجہاد قرار دیا۔ اور ایک بندہ مؤمن و مخلص کی وہ قدر و قیمت بتائی کہ اس پر ظلم ہو تو رؤف و رحیم پروردگار کا ارادہ ہوتا ہے کہ صفحہ ہستی کو سمیٹ دیا جائے، لیکن مشیت الہی اور قضا و قدر کے فیصلے اور اصول طے ہیں۔

یہ تعلیمات اس لیے ہیں تاکہ افراد کو فطری ماحول ملے اور وہ حریت و اہمیت اور احترام سے شاد کام ہوں، تاکہ ان کے اندر موجود ساری توانائیاں پنپ سکیں اور بار امانت اٹھانے کے قابل بن سکیں، اس کے برعکس جب انسان کے اوپر استبداد مسلط ہوتا ہے اس کی شخصیت کھلا جاتی ہے ساری صلاحیتیں پژمرد ہو جاتی ہیں، اس کے اندر موجود قوی مضحل ہو جاتے ہیں، اور لوگ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں، امنگوں آرزوؤں کی تکمیل اور قوت عمل کے ظہور کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں، یہ رکی ہوئی توانائیاں اور صلاحیتیں شخصی طرف یا بے حسی کا سبب بن جاتی ہیں یا اخلاقی اور سماجی فساد و بگاڑ میں معاون بن جاتی ہیں، افراد دینی استبداد ہو یا سیاسی دونوں حالات میں عضو معطل بن جاتے ہیں۔ معاشرے میں پست ہمتی تنگ نظری، جذباتیت اور تند خوئی عام ہو جاتی ہے۔ ذہن سازشی بن جاتا ہے، مقصد حیات اوجھل ہو جاتا ہے، اشخاص کی بنا و تعمیر پر قدغن لگنے سے تمام قوی اور شخصی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں قوم بے قیادت ہو جاتی ہے، تصورات دین بگڑ جاتے ہیں اجاڑ یا بگاڑ ان کا مقدر بن جاتا ہے جمود کی حالت و کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

عرض کیا گیا ہے کہ دنیا کے تمام نظریات ہیں تصوف کا نظریہ سب سے زیادہ

استبدادی ہے حتیٰ کہ کیونزم بھی فکری طور پر اتنا استبدادی نہیں جتنا استبدادی تصوف ہے، کیونزم میں حکومت کے مقابلہ میں افراد کے حقوق بہت کم ہیں لیکن انسان کی اندرونی بھاؤنا پر ان کا پہرہ نہیں رہتا ہے، لیکن تصوف میں پیرومرشد کا خطرات قلب اور ذہنی و قلبی واردات پر بھی پہرہ ہوتا ہے، مرید کی بھاؤنا اور سانس بھی پیر کی چاہت کے مطابق چلتی ہے، تصوف میں ترک دنیا کے نام پر پیرومرشد خود پرستی کا شکار ہو جاتا ہے، مرید سے ہر قسم کی حریت چھین لیتا ہے اسے غسل دلانے والے ہاتھوں میں مردہ کے مانند بنا ڈالتا ہے، مرنے کے بعد بھی تصویر شیخ اور مراقبہ کا چکر لگا رہتا ہے، بروہ حاضر ہو کر مرید کے لیے احکام صادر کرتی ہے، خواب میں آ کر مرشد اسے ہدایات دیتا ہے، رجال الغیب کا تصور ان مردہ پیروں کو عالم کائنات میں تصرفات کی اتھارٹی بھی تھا دیتا ہے، وہ بگڑی بنا سکتے ہیں اور نظام کائنات چلاتے ہیں، مرید کے سر پر ہر وقت پیر کا سایہ رہتا ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ مرید کو کسی حال میں حریت حاصل نہیں ہے۔ مرید کی ذمہ داری میں یہ بھی داخل ہوتا ہے کہ مرشد کی قبر کو آباد رکھے، چادریں چڑھائے، چراغاں کرے، عرس و قوالی کا اہتمام کرے، مقبرہ تعمیر کرے، اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ مرشد کی قبر کے لیے سجدہ تحیہ بجالائے اور قبر بوسی بھی کرے۔

تصوف کے بتکدے میں انسانی تشخص کی وہ تباہی ہوتی ہے کہ اس میں داخل ہونے کے بعد انسان کسی کام کا نہیں رہ جاتا ہے، صرف مرشد کی خدائی ہوتی ہے اور بس وہاں شریعت کو بے دخل کر دیا جاتا ہے، مرشد کی زبان پر جو بات آئی وہ قانون بن گئی، کشف کے نام پر اس کے راز ہائے سینہ پر خبر رکھنے کا خطرہ لگا رہتا ہے، اس کی خدائی کی یوں تکمیل ہوتی ہے کہ وہ سجدہ تعظیسی کرواتا ہے، یہ سجدہ تعظیسی صوفیاء کبار جیسے نظام الدین اولیاء تک کے لیے ہوتا تھا، فنا فی الشیخ کے منازل طے کرنا ہی صوفی کی آخری منزل ہوتی ہے، اس کو جنت کی طمع اور جہنم کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔ صرف پیرومرشد کا عشق و محبت اور اس کے حوالے

سے عشق الہی۔ ورنہ رابعہ بصریہ چراغ لے کر جنت و جہنم کو پھونک ڈالیں گی، نہ حسنت دنیا نہ حسنت آخرت، فقط و فقط ذات شیخ میں فنا ہو جانا بالکل بدھ مت کے نزوان جیسا۔

تصوف کے استبدادی نظریے نے مرید کو جکڑنے کے لیے سلاسل تصوف کو ایجاد کیا، بیعت کی بندش اور قید بڑھی، عقیدہ و ارادت کی زنجیروں میں اسے جکڑا گیا، خلعت خرقہ جبہ و دستار اور کھڑاؤں کا چند در چند اضافہ ہوا تا کہ ان کے اندر مرید کا دل و دماغ الٹ کر رہ جائے، تسبیح عطا ہوتی ہے تا کہ اسی کی طرح عقیدت کے دھاگے میں مرید کا دل و دماغ پرو دیا جائے، مصلی ملتا ہے تا کہ شکن مصلی بن کر رہ جائے غرض کہ مرید کی ذات و شخص کے عزم و ارادہ خیال و رائے شعور و خرد کو کچلنے کا سارا سامان مہیا ہو جاتا ہے، مرید کو ذات کی نفی کے لیے بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں اس کے لیے ایک پورا کورس ہوتا ہے قبروں پر چلہ کشی، مجاورت، مجاہدات، بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرنا مریدوں کی خدمت کرنا مرشد کے برکات کا حصول و حفاظت اور احترام حتی کہ پیر کے نعلین کو سر پر رکھنا، ان کے جھوٹے سے برکات حاصل کرنا فردی تشخیص کو کچلنے کے لیے تصوف میں بے شمار حربے ہیں۔

مرید حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا، وہ دوسروں سے مل نہیں سکتا اور جو بھی تصوف کا کورس ہو چاہے وہ کیسا بھی ہو اسے پورا کرے، اتباع شیخ اور فنا فی الشیخ میں اس کے لیے کامل ہونا لازمی ہے، فرض، عبادات کو شیخ کے لیے قربان کرنا لازمی ہے، وہ شیخ کی کسی حرکت کو شریعت کی کوئی پر تو ل نہیں سکتا ایسا کرنے سے وہ مردود ہو جاتا ہے، شیخ کی عقیدت و محبت عبادات و فرائض سے بڑھ کر ہے، شیخ مرید کو بخشواتا اور مغفرت و امان کا پروانہ دیتا ہے، حلقہ ارادت میں داخل کرنے کے بعد عقیدت مند مرید کے گناہوں کو قلم بند ہونے سے روک دیتا ہے۔ پیر کے حکم سے فرشتے مرید کے اعمال شر کو بیس بیس سال تک قلم بند کرنا موقوف کر دیتے ہیں۔

تجربہ اختیار کرنا اس کے لیے ضروری قرار پایا، حقوق انسانی پیر کی خاطر پامال ہوئے،

رشتہ ٹوٹا، رشتہ داریاں پامال ہوئیں، ساری دنیا سے کٹ کر خانقاہ کا رنگ و روغن بننا مرید کا مقدر بن گیا، آل اولاد ہوں تو انھیں بھی مرید کو مرشد کی عقیدت کی راہ میں چھوڑنا پڑے گا، فقر و توکل کے ایسے معانی سکھائے جاتے ہیں کہ تہی دستی، دست نگری اور جنون اس کا مقدر بن جائے، جدوجہد اور محنت سے کنارہ کش ہو کر خوابوں کا شہزادہ بننا اس کا فرض بنتا ہے، بزرگوں کے کرامات و لایات اور مکاشفات پر جھومنا اس کو بھاتا ہے۔

دین کے نام پر تصوف کے اس استبداد اور استحصال کو انسانیت کی توہین اور تذلیل کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے، جس امت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریاں دی گئی جسے بار امانت سونپا گیا، انسانیت کی فلاح و صلاح کا جسے ضامن قرار دیا گیا، جسے انسانیت کی قیادت ملی، خانقاہوں میں پیروں کے ہاتھوں اس کی بربادی سب سے زیادہ تباہ کن بربادی ہے، مغربی تہذیب پر یہ اعتراض ہے کہ یورپ اس کے سہارے مسلم فیملی کو تباہ کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے لیکن تصوف کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ اس نے فرد کو تباہ کر کے گھر معاشرہ، ملت اور امت سب کو تباہ کر دیا ہے، پھر بھی تصوف کو روح دین کہا جاتا ہے، دنیا کی سب سے بڑی دولت انسانی صلاحیتیں ہیں انھیں تباہ کرنے کے بعد کیا رہ جاتا ہے کہ جس سے تعمیر ارض ہو سکے، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں تصوف کے ارتقاء اور اس کے اثرات کا ہمہ جہتی جائزہ بتائے گا کہ امت مسلمہ کے فکری ارتقاء کو تصوف نے کس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے، ساری انسانی توانائیاں جمود و تعطل کا شکار ہو کر رہ گئیں، بے شعوری کی ساری سنتیں تازہ کر دی گئیں، امت کے اندر جو ہر قابل کو تصوف کی قربان گاہ پر بھیٹ چڑھا دیا گیا، تصوف نے ملت کو فکری مفلوک الحال دی، میدان حیات سے کھینچ کر گوشہ عافیت میں ڈالا، عملی بگاڑ پیدا کیا، باطنیت کا پرچار کیا، تو ہم پرستی کو پروان چڑھایا، اور اسلام کے تفکر و تدبر اور حجت و براہین کے ہتھیاروں کو کند کر کے دیو مالائیت کو قبولیت کا درجہ دیا، صدیوں پوری ملت پر تصوف کا سایہ بلائے بے درماں بن کر مسلط رہا،

اور آج صورت حال یہ ہے کہ تصوف کے استبدادی نظریات اور اصولوں کے سبب امت مسلمہ دنیا کی کاہل، ٹمبی، توہم پرست، اور قبر پرست قوم بن کر رہ گئی ہے، اس کی بے مقصد زندگی ہزاروں روگ کی آماجگاہ بن کر رہ گئی ہے، ضعف و کمزوری اس کا مقدر بن گیا ہے، صدیوں کا تغافل اور بے شعوری رنگ لائی ہے قوالیوں کے سرطلوں کی تھاپ اور موسیقی کی نغمہ گیس پر سب سے زیادہ رقص کرنے والی امت مسلمہ ہے، تصوف نے امت مسلمہ کو مفلوک الحال اور خست کی انتہا تک پہنچا کر در یوزہ گر بنا دیا ہے، پھر بھی میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب انھیں سے دو الینا ضروری ٹھہرا، انھیں سے فریاد ہے، ”بھرو داتا میری جھولی“ کاراگ الاپا جاتا ہے، انھیں کی عقیدت و محبت میں نغمہ سرائی ہوتی ہے ”میرے دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا“۔

زہد فن نہیں ہے جسے مجاہدات، مختصر عہ سے حاصل کیا جاتا ہے، زہد و تقویٰ اتباع حق کی متعینہ راہوں پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے، اور یہ خاصہ حیات ہے ہر مسلمان کی زندگی کا بنیادی عنصر زہد ہے، تصوف کے مجاہدات سے جو حاصل کیا جاتا ہے وہ ناقص محدود اور قابلِ رحم زہد ہے جو کاہلی، دست گیری، استکبار اور تنگی منکر و نظر سکھاتا ہے، اس زہد اور ترک دنیا کا تعلق رہبانیت اور جوگ سے ہے اسلام کا زہد قرآن و حدیث کا مطلوب تقویٰ، خشیت، صالحیت، انابت، قناعت، اطاعت اور اتباع کی راہ سے حاصل ہوتا ہے جو آفاقیت، ہمہ جہتی اور وسعت فکر و نظر عطا کرتا ہے، تصوف کا زہد معرکہ حیات میں ناکارہ ہوتا ہے یہ زہد جب زور پکڑتا ہے تو سکرو مستی لاتا ہے، رقص و سرود کی راہ پر ڈالتا ہے احوال و مواجید کی بدستی پیدا کرتا ہے، احساسات کے درمیان جو حدود ہیں انھیں توڑ دیتا ہے اور ان کے معمول کے فنکشن کو غیر متوازی بنا ڈالتا ہے، ان کا وائزن صاف ستھرا نہیں رہ جاتا ہے متصوفانہ زہد کا جب زور ہوتا ہے تو انسان مایخو لیائی حملوں کا شکار ہو جاتا ہے، ایران توران کی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی احساسات اور فکر و نظر کو ایسا بنایا ہے کہ اگر دین کے مطابق ان

سے ذمہ داریاں پوری ہوں تو یہی شعور و معرفت کا ذریعہ بن جاتے ہیں، طمانیت سکینت اور قرۃ عین حاصل ہوتی ہے، عالمی زندگی خیر متاع بن جاتی ہے کشادہ گھر، بہترین سواری قابل شکر اور قابل رشک نعمت بن جاتی ہے، اگر انسانی احساسات اور فکر و نظر کے لیے دینی رہنمائی نہ ہو تو یہی کرتب، چسکار، جنون، تشطحات پر اگندہ خوابی اور مایوخی لیائی عوارض کا سبب بن جاتے ہیں، متصوفانہ مایوخی لیائی اثرات اتنے بڑھتے ہیں کہ ”انا الحق، ما فی الحجة الا الله اور لسا الله الا صوفی و مرشد رسول الله“ زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے، لباس اس کے لیے تہمت اور بے لباسی زینت بن جاتی ہے اور ہر شئی میں ذات الہی اتر آتی ہے۔ غلو اور وہ بھی گاڑھا غلو سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا دیتا ہے، غیر مشروع مجاہدات کا اثر یہی ہوتا ہے کہ انسان مجنونانہ حرکتیں کرتا ہے، نامعقول باتیں کرتا ہے، شرعی حدود و قیود اٹھنے کے بعد شیطان کو بھی آسان راستہ مل جاتا ہے، مکاشفات، منامات، شطیحات، احوال و مواجید اور سرور میں دراصل شیطان کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے، تفصیل کے سارے راستے دراصل اس کے لیے بہت آسان ہوتے ہیں، رشد و ہدایت کے نام پر اس کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے، اس استبدادی نظام میں جہاں شریعت کو ساقط کر دیا جاتا ہے اور رجال الغیب کا تصور موجود ہوتا ہے ایسے ماحول میں شیطان کے الہام اور اسرار غیب واکرنے کا کاروبار جم کر چمکتا ہے ہر صوفی صاحب ولایت اور کرامت بن جاتا ہے الہام و کشف کی اس پر بارش ہوتی ہے۔

اچنبھے کی بات یہ ہے کہ آج علماء دین و شریعت کے ماہرین بھی تصوف کے ”روئے زیبا“ کی تجلی سے مدہوش نظر آتے ہیں جس کا کل اسلام پر ان کا ایمان ہے جس اسلامی تصویر عبادت پر ان کا عقیدہ ہے اس کے ہوتے ہوئے اور اسے سمجھتے ہوئے بھی انھیں تصوف کے لیے عذر خواہی کرنی پڑتی ہے۔

تصوف کے سلسلے میں علماء کی شتر گرگی دراصل اس کے استبدادی اثرات کے سبب

ہے یا اس کے چمکار سے ان کی نگاہیں خیرہ ہیں، ورنہ اس کی تباہی کو دیکھتے ہوئے اس کے لیے دل میں نرم گوشہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ جس تصوف کے اندر دنیا کی ساری گمراہیاں سما جاتی ہیں اس کے اندر موجود اچھے برے کی تمیز کرنے کی کوشش ناروا ہے۔ جب تصوف نے اپنا دروازہ چوٹ کھول دیا ہے اور اس کے تجربہ گاہ میں ہر فکر و عمل کو داخلہ مل سکتا ہے تو اچھے برے کی دہائی لگانا ہمارے لیے مناسب نہیں نہ ہمیں دروازہ کھولنے اور بند کرنے کا اختیار ہے۔ اگر تصوف کو کسی طرح قبولیت کا درجہ مل سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کامل اسلام کے تصورات غلط ہیں، اسلام کا تصور عبادت و انابت ناقص ہے نعوذ باللہ اسلام کا مطلوب تقویٰ و خشیت اسلامی عبادات سے حاصل نہیں ہو سکتا، اگر تصوف اسلامی ہو سکتا ہے تو شوشلزم کیونرم اور ڈیموکریسی کے اسلامی ہونے پر کیوں اعتراض ہے، قومیت رقص، موسیقی کیوں اسلامی نہیں ہو سکتے، اسلامی سود، اسلامی شراب، اسلامی جوا کیوں نہیں ہو سکتا، تصوف کے اندر تمام خرابیوں کے باوجود اگر اسے اسلامی کہنے میں حرج نہیں محسوس کیا جاتا تو پھر ان تمام چیزوں کے اسلامی ہونے میں حرج کیوں محسوس ہو؟

کہا جاتا ہے کہ تصوف اور صوفیاء کے مسلم سماج پر اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں اس طرح کے خیالات کئی وجوہ سے قابل قبول نہیں ہیں۔

(۱) اگر صوفیاء کو اسلام سے دل چسپی تھی اور اسلام سے لگاؤ تھا تو ان کی ذمہ داری تھی کہ عوام کو اسلام کی تعلیم دیں، اگر ان کے دینی اثرات ہیں تو کیا انھیں تصوف کا نتیجہ مانا جائے۔ کیا ان صوفیاء کے یہاں بے چارے اسلام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ اثرات اگر دینی ہیں تصوف کے خرافات نہیں ہیں تو کیوں کریڈٹ تصوف ہی کو ملے۔

(۲) حقیقت پسندی سے اگر دیکھا جائے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیاء کے اکثر اثرات منفی ہیں قبر کی پوجا صدیوں سے ہو رہی ہے۔ ذات واحد اور رسول رحمت کی اتباع و اطاعت بہت کم اور ان صوفیاء کی اطاعت اور پرستش زیادہ ہوتی ہے۔ اکثریت ان کی

قبروں کی پوجا کرتی ہے اس کے اسباب کیا ہیں جہاں اس میں لوگوں کی گمراہیوں کو دخل ہے۔ صوفیا ان سے زیادہ ہی مہتمم گردانے جائیں گے یہ صوفیا ہی ہیں جنہوں نے سجدہ تعظیمی کروایا، قبروں پر سجدہ تحیت کروایا، ان کی مجاورت کروائی، مریدوں کو قبروں پر مراقبہ کرنے اور چلے کشتی کرنے کا حکم دیا، شریعت کو ساقط کر کے اپنا حکم منوایا، تصرفات فی الکون کا جھوٹا مظاہرہ کیا، مرنے کے بعد ان کی رو حیں آ کر مریدوں کو احکام سناتی رہیں، ان کی بگڑی بناتی رہیں، عالم برزخ سے نکل کر ان کے لیے بروز و ظہور کا نائک کیا ان کی مغفرت کی شفاعت کی، فرشتوں کو ان کا گناہ قلم بند کرنے سے روک دیا، رجال الغیب کا عقیدہ دے کر کائنات میں ساری فرما روائی کا نظام اپنے ہاتھ میں لے لیا، شھادت کے نام سے کونین کی ملکیت کا دعویٰ۔ یہ سب کر کے کیا ان صوفیا کی ذات ربوبیت کے اوصاف سے متصف نہ ہو گئی؟ کیا وہ خالق خدا کے لیے داتا نہیں بن گئے؟ اگر یہ سب ہے تو یہی کہا جائے گا کہ ان کی ذات فتنہ بن گئی اور وہی قبر پرستی کی جڑ اور بنیاد بن گئے، ایک موحد اور حق پرست بن کر رہنے سے شرک پرستی کی جڑیں کٹ جاتی ہیں لیکن راہ صواب سے ہٹنے کے بعد تباہیاں ہی تباہیاں ہیں، آج حکومتی سطح پر ان صوفیا کے مزاروں پر عرس لگتا ہے لاکھوں لوگ حج اور زیارت کے نام پر ان کا شدر حال کرتے ہیں، ہمہ آں وحدت الہی کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور وہ تمام اعمال انجام پاتے ہیں جو اللہ کے لیے خاص ہیں، کیا یہی ان صوفیاء کے اثرات ہیں انھوں نے اسلام کو بت کدہ ہند میں ہندوانہ بت پرستی کے ہم آغوش کر دیا۔

(۳) بات اصولی ہونی چاہئے اگر اصولی طور پر افکار و نظریات غلط ہیں تو وہ غلط ہیں،

کسی بنا پر ان کی تعریف نہیں کی جاسکتی نہ اس کی توثیق کی جاسکتی ہے، شراب کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا کہ اس کی مضرت اس کی منفعت سے زیادہ ہے لیکن حرمت کا حکم لگا اور اسے ام الخبائث قرار دیا گیا، ہر چیز کے اندر کسی پہلو سے کوئی خیر ضرور ہوتا ہے، لیکن اس پر حکم اصولی بنیاد پر لگتا ہے علت نظر میں ہوتی ہے یا مضرت کا پہلو غالب ہوتا ہے، تصوف

کے مسائل مجاہدات رسوم اور افکار کو دیکھتے ہوئے اسے دینی نہیں کہا جاسکتا، اصولی بنیادی طور پر وہ آؤٹ رائٹ قابل رد ہے، اہل سنت اصولی بنیاد پر تمام فرق باطنہ کو باطل اور گمراہ قرار دیتے ہیں، حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ تمام فرق ضالہ کی گمراہیاں ایک طرف اور تصوف کی گمراہیاں دوسری طرف پھر بھی تصوف کی گمراہیوں کا پہلہ بھاری ہوگا۔ حجم نوعیت اور کیفیت ہر اعتبار سے۔ جب صورت حال یہ ہے تو پھر کیوں تصوف کے ساتھ رواداری اور دل داری اور فرق باطلہ کے ساتھ عدم رواداری، آخر یہ دہرا معیار کیوں؟ اساطین اسلام کے ساتھ اگر تصوف کا نام لگا ہے اور ان کی دعوت و عزیمت کی داستان حریت ہے تو یہ تصوف کا کمال نہیں یہ تصوف کے برخلاف اسلام کا کمال ہے، اگر تصوف کا کمال ہوتا تو ان اساطین کا نام بھی کسی کو معلوم نہ ہوتا صرف ان کی قبریں پرستش ہی کے لیے ہوتیں اور بس۔

تصوف کا طریقہ کار اور ہدف کی تشریح اہل تصوف کی مستند تعلیمات کی روشنی میں ہوتی ہے۔ تصوف کے نام پر اس وقت یا پہلے بھی جو سیاست ہوتی تھی یا ہوتی ہے یا جس سے فقط اکتساب زر ہوتا ہے، ہوس کی آگ بجھائی جاتی ہے یہاں اس کا ذکر ہی نہیں۔ تصوف محاسبی کی ہو یا جنید کی، رابعہ بصریہ کی ہو یا عبدالقادر جیلانی کی، قشیری کی ہو یا غزالی کی، ابن عربی کی ہو یا مولانا روم کی، کل کا کل داغ دار ہے۔

اور اگر تصوف کے نام پر موجود ساری تحریروں کو استنادی درجہ دینا ہوگا تو کسی کے ساتھ ترجیح اور عدم ترجیح کا برتاؤ نہیں کیا جاسکتا ہے اس لیے تصوف کل کا کل روحانی تجربہ ہے ازواق و مواجید اس کے مصادر ہیں۔ ایسی صورت میں تصوف کو کسی ضابطہ اور دلیل کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔ تصوف کل کا کل بے ضابطہ اور بے دلیل ہے اس کے لیے ضابطے اور دلیل کی بات محض ہوس پرستی ہے۔ ایک ہوس کو دلیل کی بندھنوں میں باندھنا سب سے بڑی ہوس پرستی ہے۔

اس طرح مختلف زبانوں میں تصوف پر موجود تحریریں کل کی کل منہجی اعتبار سے ایک جیسی ہیں اور کل کا ہدف اور مقصد ایک ہی ہے، ایسی صورت میں تصوف دنیا کا سب سے زیادہ غلیظ عنوان ہے اور اس عنوان کے تحت دنیا کی ہر ضلالت گمراہی پاگل پن اور ہوسنا کی آسکتی ہے۔

اس کے دفاع میں جو بھی کہا جائے وہ محض ایک عذر گناہ ہے۔ جو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ جو لوگ اس میں ملوث تھے اور ہیں چاہے وہ کتنی بھی عظیم شخصیت ہو تصوف اگر ان کا ایمان عقیدہ اور عمل تھا اور اس کو ان کے نزدیک دینی ترجیح کی حیثیت حاصل تھی، بہر حال ان کا عقیدہ و عمل بلا حجت و برہان تھا۔

فصل سوم

تصوف بے ضابطگی کا شاہکار

تصوف کے متعلق کتنا بھی اصرار کیا جائے کہ وہ ایک مدون اور منضبط علم ہے اور اس کا سلسلہ حضرت آدم سے ملایا جائے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے مدون اور منضبط ثابت نہیں کیا جاسکتا، اس کے انضباط کے جتنے بھی دلائل دیئے جائیں وہ دلائل نہیں بن سکتے انھیں عذر لنگ کہنا ہی بہتر ہوگا، اگر اسے منضبط مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصوف آج جو کچھ اور جیسا کچھ ہے اور سارے عالم میں اس کے نام پر افکار و اعمال کی دنیا آباد ہے ان سب کے لیے کم از کم بنیادی مشترک اصول ہونا چاہئے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ ہر ملک ہر شہر بلکہ ہر صوفی ہر خانقاہ کے اپنے الگ اصول ضابطے تجربات اور جذبات ہیں اور ہر ایک کی اپنی الگ فکری دنیا ہے، یہ بات اس وقت سامنے آتی ہے جب تصوف کے وسیع دائرے اور اس کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہوئے کوئی اسے منضبط علم کہنے کا یارا نہیں رکھ سکتا، تاویلات کے سہارے دل کو منانے کی کوشش کی جائے یہ دوسری بات ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اسے منضبط کیا بھی نہیں جاسکتا، تصوف کی بنیاد دلائل اصول اور حقائق نہیں ہیں، نہ عقل و خرد کا اس پر پہرہ ہے، تصوف ایک آزاد عمل ہے جو جذبات کے سہارے پروان چڑھتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے۔ راہ سلوک کے فتوحات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ انھیں ضبط تحریر میں لانا مشکل ہے۔ ہمہ وقت اس کی راہیں پھیلتی اور بڑھتی رہتی ہیں۔

اس کے برعکس دین کا معاملہ ہے، دین کا ہر مسئلہ واضح مدلل اور متعین ہے اور بنیادی مسائل تو یقینی ہیں، وہاں تجربات اور جذبات کی کسی بھی مسئلے میں مداخلت کی ادنیٰ گنجائش نہیں ہے، دونوں کے انداز و طریق کار میں زمین و آسمان کا فرق ہے، دین سراسر پابندی اور قدم قدم پر رہنمائی کی بات بتاتا ہے اس کے متعین خطوط ہوتے ہیں، تصوف جذبات کی لہریں اٹھاتا ہے اور یہاں تجربات، ملفوظات سکروستی اور حال و وجد کا ایک ہنگامہ ہے جو نہ کسی قید کا پابند ہے نہ ضابطے کا۔

تصوف کی ہنگامہ پسندی، بے ضابطگی اور اوہام و ایہام کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ایک دل چسپ نتیجہ سامنے آئے گا، ہندوستان میں یہ تجرباتی مطالعہ ہو سکتا ہے کسی ایک خانقاہ کو لے لیا جائے مثال کے طور پر نظامی سلسلہ کو، اس کا تاریخی جائزہ اگر لیا جائے تو یقینی طور پر جو تجربہ سامنے آئے گا وہ حیران کن ہوگا، نظام و ضابطہ سے آزاد یہ خانقاہی نظام گفتار و کردار میں نہ معلوم کتنے انداز و اطوار اور چولے بدل چکا ہوگا، بے شمار تجرباتی مراحل سے گزر چکا ہوگا، حال و بد حالی کی ان گنت داستانیں مرتب ہو گئی ہوں گی کشف و کرامات کے نام پر مرقع سیاہ ہو گئے ہوں گے۔

جس فلسفے و خیال کے ماننے والے لباس کو ننگ و عار بنا ڈالتے ہیں اور لباس سے آزادی انھیں راس آتی ہے، جو گفتار میں حریت کردار میں آزادی پسند کرتے ہیں اور روش آزاد مسلک خویش مانتے ہیں انھیں پابند شریعت اور ضابطہ پسند بنانے کی کوشش کرنا جبر و زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

تصوف کو روح دین بنا کر پیش کرنا، زبردستی ان کے لیے دلائل فراہم کرنا اور حدود و قیود کا پابند بنانا ایک ناروا کوشش ہے، وحدۃ الوجود، تصویر شیخ، مراقبہ، فانی الشیخ، چلہ مجاورت، قبور، ولایت، ختم ولایت، ارادت، کشف و کرامات، شطحات، علم باطن، زجال الغیب، اسقاط الوسائل رفع شریعت، سکروستی، وجد و حال، سجدہ تعظیسی، سجدہ تحیت مصطلحات دینیہ

واجبہ کی من مانی تاویل، بیعت اور اس کے لوازمات وغیرہ وغیرہ ایسے مسائل ہیں جنہیں ہر سلسلہ تصوف میں تقریباً تسلیم کیا جاتا ہے اعیان صوفیاء کے نزدیک یہ امور مسلمہ ہمہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کی اہمیت کا کوئی صوفی انکار نہیں کر سکتا، یہ مسائل جب اساسی مسائل تصوف سمجھے جاتے ہیں تو خود بخود یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ صوفیاء کے نزدیک قرآن و سنت کے اساسی مسائل ہی مردود ٹھہریں گے، جب قرآن و حدیث کی قید عملی طور پر اٹھ گئی مسئلہ صرف ذوقی رہ گیا۔ اسی ذوق جذبہ اور شخصی تجربات کی بنیاد پر تصوف کو پروان چڑھایا گیا جن کے سبب مذکورہ مسائل اساس تصوف قرار پائے یہیں سے یہ مسئلہ خود بخود حل ہو گیا کہ تصوف کے لیے نہ کوئی حد ہے نہ ضابطہ نہ قید و بند یہ مسائل جنہیں اساس تصوف سمجھا جاتا ہے، اگر روح دین ہیں جیسا کہ تصوف کے لیے کہا جاتا ہے تو پھر کون سی گمراہی ایسی ہے جسے دین کا رنگ نہیں مل سکتا ہے، شرک، الحاد، زندقہ، فسق و فجور بدعات و خرافات، مشاغل حیات اور خود زندگی کو کھلواڑ سمجھنا، سارے اسلامی تصورات کو خاطر میں نہ لانا سب کچھ دائرہ دین بلکہ روح دین میں داخل ہو جائیں گے۔

وحدة الوجود کو تسلیم کرنے کے بعد کون سی ہندو دیو مالا بیت ہے جو قابل قبول نہیں ہو سکتی، بت پرستی اور مظاہر پرستی کی وہ کون سی شکل ہے جسے انسانی ذہن نے جنم دیا ہے وہ روح دین نہیں بن سکتی، نظریہ وحدة الوجود اور جتنے کنکراتے شکر میں کیا فرق رہ جاتا ہے، یہی نہیں رب اور الہ کا عقیدہ ایسا پامال ہوتا ہے کہ ایمان بالغیب کا عقیدہ ہی باطل ٹھہرتا ہے، رب پاک کی جلالت، عظمت، مخلوقات سے عدم تشابہ کے معانی باطل ہو جاتے ہیں، وحدة الوجود اور وجودی فلسفہ، اس دور کے مادہ پرست فرانسیسی فلسفہ کے درمیان یگانگت قائم ہو جاتی ہے، غیبی حقائق کو نہ ماننا یا ان پر قانع نہ ہونا ہمیشہ انسان کی کمزوری رہی ہے بت پرستی حقائق غیب پر قانع نہ ہونے کا ہی نتیجہ ہے، بدھ ازم کے تصور حاضر اور انکار غیب اور وحدت الوجود میں پوری مماثلت موجود ہے۔

ہندوستان کی تاریخ تصوف پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن عربی کے نظریات اور اس کی تصنیفات جامی اور مولانا روم کے خیالات جو انتہا پسندانہ وحدۃ الوجودی نظریے کے حامل ہیں تسلسل کے ساتھ قبولیت عزت، احترام اور تقدس کی نظروں سے دیکھے گئے، سید عبدالحی لکھنوی کی ثقافت الہند کی ایک سرسری جھلک اور زبیرہ الخواطر کے مطالعہ سے ان کی قبولیت کا اندازہ ہو سکتا ہے، دیوبند کا حلقہ ہو یا بریلی کا ابن عربی، مولانا روم اور جامی نظریاتی حیثیت سے ان کے ہیرو ہیں ان کے نظریات ان کے دل و دماغ میں پیوست ہو چکے ہیں۔

تصور شیخ، مراقبہ، مجاورت اور فنا فی الشیخ کی راہوں سے شرک کو روح اسلام میں داخل کر لیا گیا ہے، اخلاص، نیک نیتی، اطاعت اور محبت الہی کا ان مسائل کے ذریعہ خاتمہ کر دیا گیا، مشرکین عرب میں اصنام پرستی موجود تھی ان کی دلیل تھی ”وَمَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى“ یہی عذرت کدہ ہند میں مشرکوں کا ہے ان کا خیال ہے کہ جب سامنے حقیقت کبریٰ کی مادی علامتیں ہوتی ہیں دھیان گیان میں کمال پیدا ہوتا ہے اور راہ سلوک طے ہو جاتے ہیں، ٹھیک یہی تصور تصور شیخ مجاورت قبور اور مراقبہ کا ہے اسلام نے جس کا پہلا سبق ہی کلمہ توحید ہے مسائل تصوف نے اس کی جڑ کاٹ دی ہے۔

فنا فی الشیخ کی تھیوری بدھ ازم کے عقیدہ نروان سے جا ملتی ہے، وہاں بھی کار ساز حقیقی میں فنا ہو جانا ہی حقیقت میں انسان کی معراج ہے سالک حقیقت ابدی میں فنا ہو کر نروان حاصل کر لیتا ہے، یہی انسانی زندگی کی آخری منزل ہے اور وجود انسانی وہیں ختم ہو جاتا ہے۔ ابن عربی کی ولایت اور ختم ولایت کے فلسفے کو تسلیم کرنے کے بعد نبوت اور رسالت ایک عام مسئلہ بن کر رہ جاتی ہے، اس سے نبوت اور رسالت کی اہمیت ہی ختم ہو جاتی ہے جو درجہ خاتم ولایت کو حاصل ہے وہ خاتم النبیین کو بھی حاصل نہیں، دوسرے صوفیانہ نظریات نے توحید و عبادت کو پامال کیا، ولایت اور ختم ولایت نے نبوت اور رسالت کو ہمل اور غیر

ضروری قرار دے دیا، غیر آسمانی مذاہب جن کے لیے رسالت و نبوت ناقابل فہم امور ہیں انہیں ان مسائل سے ہمیشہ نفرت اور بعد رہا، ابن عربی نے ان کا مسئلہ آسان کر دیا، مقام نبوت کو نظر انداز کر کے مقام بشریت اور روحانی تجربات کو برتری عطا کی، سلسلہ ہدایات کو ناقابل اعتبار بنا کر محض روحانی تجربات کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا۔

اسقاط شریعت تصوف کی بارگاہ میں ایک بنیادی مسئلہ ہے کہیں شریعت و طریقت کی الگ الگ راہیں متعین کر کے شریعت کو نظر انداز کیا گیا، کہیں وجد سکر اور حال نے شریعت سے آزادی لے لی، کبھی معراج روحانیت نے دین و شریعت کو درخور اعتنا نہ سمجھا، راہ سلوک کی اسے رکاوٹ مان کر ٹال دیا گیا، ہر صوفی خواہ کتنا ہی مستند ہو اس کے اوپر ایسے لحاظ آتے ہیں جن میں وہ اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھتا ہے بلکہ شریعت کی تحقیر بھی کر ڈالتا ہے، ایک غیر جانب دار عالم جسے اسلام کا صحیح علم حاصل ہے اگر صوفیا کے حالات کا جائزہ لے تو مشکل سے اسے کوئی صوفی ملے گا جس نے زندگی میں کہیں نا کہیں کبھی نہ کبھی شریعت سے بے اعتنائی نہ کی ہو یا شریعت کی تحقیر سے باز رہا ہو۔

اپنے مدعا کو بیان کرنے کے لیے یہاں مثالیں دینی مقصود تھیں، مسائل کا جائزہ اور استقصاء مقصود نہ تھا، ان چند مثالوں سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ تصوف غیر منضبط اور غیر مدون ہے اپنی ماہیت کے اعتبار سے غیر منضبط ہے اور موضوع کے اعتبار سے بھی، نیز معانی و مفہام کے اعتبار سے بھی، تصوف کے موضوعات کل کچھ اور تھے اور آج کچھ اور ہیں، اساسیات کل کچھ اور تھے آج کچھ اور ہیں، معانی و مفہام کل اور تھے آج اور ہیں، ایک خانقاہ میں تصوف ایک رنگ رکھتا ہے، دوسری خانقاہ میں دوسرا، ہر ملک ہر شہر میں اس کا انداز جدا جدا ہے ہندوستان کے طرق تصوف کے بالقابل عرب اور افریقی ممالک کے مراسم تصوف و طرق بالکل جدا ہیں ماوراء النہر اور ترکی کے طرق و مراسم الگ ہیں، ہندوستان میں شاذلی رفاہی اور تیجانی سلسلے کو اس وقت مشکل سے کوئی جانتا یا مانتا ہوگا اور

ان کے مراسم سے مشکل سے کسی کو آگاہی ہوگی۔

طرق تصوف کی بھی تعدید و تعدید مشکل ہے پروفیسر آر بری نے ایک ہزار طرق تصوف کا احصاء کیا ہے لیکن یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ طرق تصوف کا احصاء ناممکن ہے، یہ بات بے اساس نہیں ہے ایک صوفی اپنا سلسلہ چلاتا ہے پھر اس کے مریدین کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں سلسلوں کی پیداوار میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ تاریخ میں ریکارڈ ہو جائیں اور بہت کچھ ریکارڈ ہونے سے بچے رہیں۔

انضباط اور تدوین کی بات آتی ہے تو یہ مسئلہ اٹھتا ہے کہ جب تصوف میں بنیاد و ذوق ذاتی رجحانات، وجد و حال روحانی تجربات، ریاضت کشف و کرامت اور فنا فی الشیخ وغیرہ مسائل ہیں تو پھر اس کی حد بندی کیسے ہو سکتی ہے، میرے خیال میں جو لوگ اسے انضباط اور نظم کا پیرا بہن پہنانا چاہتے ہیں وہ سکروستی کی دنیا میں رہنے والوں کو بیڑیاں پہنانا چاہتے ہیں، تصوف ایک عالم جذبات و تجربات ہے اسے کتابوں کے حوالے سے دائرہ ضبط میں نہیں لایا جاسکتا، کتابوں کے حوالے سے چند جھلکیاں ہی مل سکتی ہیں، ذوق حال وجد روحانی تجربات اور ذہنی رویہ جو افراد کے مطابق تنوع کا مظہر ہوتے ہیں یہ مظاہر آزاد روش کی آئینہ داری کرتے ہیں، جب صوفی مراحل و منازل تصوف سے گزرتا ہے تو اسے حد بندی قطعاً اس نہیں آسکتی، حد بندی کا مطلب ہے مراحل طے نہ ہوں، پہلے ہی قدم پر وہ سٹ کر بیٹھ جائے۔ زہد، صبر، توکل، فقر، عفاف، استغنا، صدق و صفا، استقامت اور شکر و رضا دینی اصطلاحات ہیں تصوف کی بے ضابطگی نے انھیں بھی نہ بخشا انھیں اپنے حصار معانی سے نکال کر تصوف کا پیرا بہن دیکر کچھ کا کچھ بنا دیا، اسلام کے ارکان اربعہ اور ان کے اندر موجود اصطلاحات کو تصوف نے صحیح اسلامی مفہوم سے برہنہ کر کے رکھ دیا ہے۔

علم باطن اور تفسیر اشاری کے نام پر آیات و احادیث کی ایسی تحریف کی گئی ہے کہ فرق باطنہ اور گمراہ طوائف ان کے سامنے بونے نظر آتے ہیں، آیات قرآنیہ اور ذخیرہ احادیث

کے مقابلے میں ان صوفیاء کے ملفوظات زیادہ اہمیت رکھتے ہیں تصوف کی بارگاہ میں انھیں وحی کا درجہ مل گیا ہے، ہر ریاضیاتی کاروبار میں انھیں ملفوظات ہی کا بنیادی رول نظر آتا ہے، قرآن و سنت کی انھیں بہت کم حاجت ہوتی ہے، حتیٰ کہ زہاد و صوفیاء کے قصے بھی قرآن و حدیث سے زیادہ قوم کی نگاہ میں اہمیت رکھتے ہیں۔

جن صوفیاء کا نام معتبر اصحاب تصوف میں شمار ہوتا ہے انھیں بھی تصوف کے فکر و فلسفہ اور ریاضت کے خارزار سے لہو لہان ہو کر گزرنا پڑتا ہے، پھر ہم کیا امید رکھ سکتے ہیں متاخرین صوفیاء سے، یہی وجہ ہے کہ ذوق و وجدان کی شخصی راہوں سے تجربہ گاہ تصوف میں افکار و عمل کی وہ لالہ زاری ہوتی ہے کہ ہر گل رارنگ و بوئے دیگرست، تصوف کی رنگارنگی و ارتقاء پذیری نے قید و بند کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں حالاں کہ مقصد تصوف اور موضوع کے اعتبار سے تصوف کے لیے صرف شریعت کی توقیفی راہ اپنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ تصوف کا دین ملفوظات ہیں، شیخ اور مرشد کی زبان سے جو نکل جائے تصوف کی روحانی دنیا میں اس کا درجہ وحی سے کم نہیں ہوتا۔ وحی الہی نظر انداز ہو سکتا ہے لیکن شیخ کا فرمایا ہوا دل و دماغ میں بس جاتا ہے۔

شیخ اپنی محفل میں مریدوں کی تربیت کے لیے جو کچھ فرماتا ہے اور جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ ملفوظات ہیں۔ ہر شیخ کے ملفوظات ہیں کچھ تحریر میں آگئے ہیں اور اکثر تحریر میں نہیں آ سکے۔ وہ صوفیاء کے دلوں میں آباد ہو کر رہ گئے ہیں۔

ہندوستانی صوفیاء میں نظام الدین اولیاء کے فارسی ملفوظات بہت مشہور ہیں فوائد القواد کے نام سے، فارسی اور اس کا اردو ترجمہ دونوں مطبوع ہیں۔ اور موجودہ پریس کے دور میں تو ملفوظات کا طومار ہے ہر ایرے غیرے کے ملفوظات چھپے ہیں۔

ان کے ملفوظات کیا دینی حیثیت رکھتے ہیں؟ دراصل اکثر ملفوظات نفس ناطقہ کے ترجمان ہوتے ہیں کیوں کہ ان کا صدور نفس ناطقہ سے ہوتا ہے ان میں وہی بے ضابطگی

ہوتی ہے جو تصوف کا طرہ امتیاز ہے۔

تصوف کا دعویٰ تجرد عن الذات سے شروع ہوا اور اب تجرد عن اللباس تک پہنچ گیا ہے، خانقاہوں صوفیاء کے مزاروں پر اس کا دل دوز منظر نظر آتا ہے اور صوفیاء کے عرس کی تقریب تو اب ”نتھ اترائی“ کی تقریب بن گئی، اور انھیں سیاسی پہنچ بنانے کا ذریعہ بھی بنالیا گیا ہے۔ ایسے موقعوں پر رقص و سرود کی محفلیں جمتی ہیں شراب و کباب کی بات ہوتی ہے اور ہوس کی پیاس بجھانے کے لیے شاہدوں اور حسیناؤں کی قطار بھی ہوتی ہے۔ تصوف نے توحید و سنت کو لوٹا ہی تھا طبعی و اخلاقی خصائص بھی لٹ گئے، تصوف ارتکاب جرائم کا لائسنس بن گیا ہے۔

فصل چہارم

تصوف بے ضابطگی کا شکار

ابتدا میں تصوف نے انتہا پسندی کی لائن اپنائی پھر غلو پسند مزاج نے پر پرزے نکالے اور آگے بڑھا۔ صفائی نفس، تزکیہ باطن، تجرد عن الدنیا اور انکار ذات، مقصدِ حیات ٹھہرا، پھر گام بہ گام اسکی الگ پہچان بنتی گئی، مراسم طے ہونے لگے، طرز بود و طرز خورد و نوش طے ہوئے لباس و ہیئت، انداز نشست و برخاست متعین ہوئے، ریاضت کی صورتیں ایجاد ہوتی گئیں، افکار و نظریات کی درآمد ہوئی، راہبانہ روش اپنائی گئی، حال و قال ذوق و وجد سر و مستی، کشف و کرامات کے ڈرامے رچائے جانے لگے، جبہ و دستار کی علامتیں طے ہوئیں سلاسل ایجاد ہوئے، القاب و خطابات اور ٹائٹل عطا ہونے لگے، رقص و سرود کی محفلیں جنم لگیں فانی الشیخ، مراقبہ مجاورت قبور، سجدہ، تغلیسی و سجدہ تحیت ایجاد ہوئے، اور اوراد و وظائف کا بازار گرم ہوا، جلوۃ الہی کی تلاش امرد کے چہرہ نمکین میں ہونے لگی، لباس اور بے لباسی کے مسئلے اٹھنے لگے، تعلیمی و استخبار کے نعرے لگے، ملفوظات کو قصص و افسانوں کو شریعت کا درجہ ملنے لگا، شیخ کا حکم شریعت سے بڑھ کر ہو گیا، علم باطن اور تفسیر اشاری کو رواج دیا گیا، اور اس طرح علمی طور پر تحریف کا رومبارجم کر ہوا، اسقاط الوسائط رجال الغیب کی بنیاد رکھی گئی، رب کائنات کے بجائے بناؤ بگاڑ اور نفع و نقصان کا اولیاء تصوف کو مالک بنا دیا گیا، ہر ہر پل ان کے تصرفات کا کارخانہ چلنے لگا، خود یہ لوگ اللہ کے مقابل کھڑے ہو گئے

”انا الحق، مافی الحجة الا الله“ کی صداکیں بلند ہوئیں، ان کی بڑائی نے ایسی شہرت پائی کہ رب کائنات کی ضرورت ہی نہیں رہی، تمام مسائل کا حل اعتبار اولیاء و صوفیاء بن گئے، کشف الغمہ انھیں سے متحقق ہونے لگا، خلق الہی کی ساری احتیاجات پوری کرنے کے لیے وہی ذمہ دار بن گئے، ان کا غضب ہلاکت اور تباہی کا موجب بن گیا اور ان کی خوشی فوز و کامرانی کا ذریعہ ٹھہری۔

تصوف کا وہ سفر جو تخریج الدنیا اور زہد و عبادت سے شروع ہوا تھا اب اس مرحلے میں داخل ہے کہ خانقاہیں بے شرمی بے حیائی اور کار و بار لذت کا گہوارہ بن گئی ہیں، ہر فکری اور عملی انتہا پسندی کا انجام ہمیشہ برابر ہے تصوف کی انتہا پسندی شرک، تحریف کتاب و سنت، توہین شریعت، قبر پرستی، استبداد اور بے شرمی پر منتج ہوئی ہے، اس کا منطقی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا جو ہوا۔

وہ صوفیاء جنھوں نے زندگی بھر اپنی ولایت اور کرامت کا تمامشہ دکھایا کشف و شطحات کا بازار گرم رکھا ان کی قبر گاہیں، عقیدت گاہ خلق بن گئیں، جبین نیاز کے تڑپتے سجدوں کو انھیں مزاروں پر سکون مل رہا ہے، ان کے لیے شہر حال ہو رہا ہے مناسک حج ادا ہو رہے ہیں، سجدہ و طواف رکوع و قیام سے انھیں زینت بخشی جا رہی ہے، نذر و نیاز کے چڑھاوے چڑھائے جا رہے ہیں، قربانی کے رسوم ادا ہو رہے ہیں، عرس و قوالی کی محفلیں سج رہی ہیں، جیب کٹتے ہیں، مرادیں پوری ہو رہی ہیں، نذرانے وصول ہو رہے ہیں غفو و مغفرت اور رحمت عام کا درکھلا ہوا ہے، مجاوروں اور خلفاء کی کھیپ کی کھیپ تیار ہو رہی ہے جنھیں حکومت و وقت و وٹ بٹرنے کے لیے استعمال کرتی ہے اور نذرانہ عقیدت بھی وصول کرتی ہے۔

تصوف کے روح دین نے بڑا اچھا اثر کیا ہے امت کے عقیدہ و عمل پر۔ بویا پیڑ ببول کا آم کہاں سے ہوئے۔ پھر بھی دانشوران ملت تصوف کا طبلہ بجاتے پھرتے ہیں اور

”ربانیہ لارہبانیہ“ جیسی فریب دینے والی کتابیں تحریر کرتے ہیں اللہ ملت کے دانشوروں کے حال پر اللہ رحم فرمائے۔

اس گمراہی بے ضابطگی اور مضمرات کے باوجود امت مسلمہ کی اکثریت کسی نہ کسی ناحیہ سے اس دین کے محاذی تصوف کے زلف گرہ گیر کی اسیر ہے۔ اور صورت حال یہ ہے کہ مساجد سے زیادہ مقابر آباد ہیں، کعبہ سے زیادہ لوگ صوفیاء کے مزاروں کا حج کرتے ہیں اللہ سے زیادہ اصحاب مقابر سے فریاد کی جاتی ہے، بد حال اور خستہ حال قوم کے زندوں کو وہ نہیں ملتا جو ان مردوں کو مل رہا ہے۔

تصوف پر کام کرنے والوں کو چاہئے کہ کتابوں کی دنیا سے نکل کر صوفیاء کی زندگی کا جائزہ لیں، مزاروں اور خانقاہوں کا چکر لگائیں، پھر تصوف کی تعیین اور تحدید کر سکیں تو کریں اگر متقدمین کو یہ اجازت تھی کہ بلا کسی شرعی دلیل توہمات کی بنیاد پر تصوف کی دیوار کھڑی کر سکتے تھے، من پسند افکار و نظریات درآمد کر سکتے تھے، سجدہ تعظیمی اور سجدہ تحیت کر سکتے تھے، قرآن و سنت کی من مانی تاویل کر سکتے تھے، فنا فی الشیخ، تصور شیخ، ارادت اور مراقبہ کے نام پر اپنی پوجا کر دیا کرتے تھے، علم باطن و طریقت، شریعت کے مد مقابل اختراع کر سکتے تھے، اور اوراد و وظائف اور مجاہدات کے نام پر سیکڑوں منکرات کا ارتکاب کر سکتے تھے، امر دہرستی کو قبولیت کا درجہ دے سکتے تھے، رقص و غنا کی محفلیں جما سکتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج کی مادیت کے دور میں نکایا زوایا اور خانقاہوں میں مزاروں اور قبروں کے سائے میں رہنے والوں کے لیے یہ اجازت نہ ہو کہ وہ بھاگ اور چرس پی سکیں اور اپنے حریم میں مریدوں کی حسین دوشیزاؤں کو رکھ سکیں۔ تصوف کی بے قید توسع پذیری اور تنوع کا یہی تقاضا ہے اگر ان پر اعتراض ہے تو پہلے سوچنا تھا اور اب بھی سوچنا چاہئے کہ ببول کیوں بویا گیا، بویا تو کانٹے کے سوا پھول کی امید کیوں کی جائے۔

خلاصہ یہ کہ تصوف میں اصول ہیں نہ دلائل کی ضرورت ہے نہ سلاسل تصوف کی جد

ہے، اور ہر ایک سلسلہ دوسرے میں گڈمڈ بھی ہے ”ہر کہ آمد عمارت نو ساخت“ نہ تجربات و مواجید پر قدغن ہے نہ اساسی مسائل کی واضح اور غیر متنوع توصیف و تعریف۔ تصوف کے نقار خانے میں ہر آواز ہر عمل ہر نظریہ فکر کو قبولیت حاصل ہے، اور قبولیت عامہ کا دروازہ ہر دور کے لیے کھلا ہوا ہے۔

آج تصوف کی وہ نظریاتی و عملی شکل جسے برصغیر میں مستند مانا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ سب کچھ اس میں موجود ہے، اور باہم یکسانیت بھی ہے یہ مقدس گروہ صوفیاء بھی مریدوں کے نذرانوں پر شاہی ٹھاٹ سے زندگی گزارتا ہے اور استعباد خلق کا منظر پیش کرتا ہے، تصویر شیخ، فنا فی الشیخ، مراقبہ، مجاورت، اعتکاف علی القبور، وحدت الوجود، مشاہدہ حق، کشف و کرامت، ولایت، وجد و حال، مردوں کی روحوں سے ملاقات، عولصیات مسائل کا ان سے حل چاہنا، منامات کو الہام و وحی کا درجہ دینا، بدعات و منکرات کو رواج دینا، قصص و اہمیت پر جھومنا، موضوعات کو فروغ دینا، اور اوراد و وظائف کا لمبا چکر، ریاضت کے نام پر بدعات کو فروغ دینا، باطنی علم کو اعتبار دینا، طریقت و شریعت کے درمیان تفریق کرنا یہ اور ان جیسے دیگر مسائل تصوف کا ان کے یہاں بھی بازار گرم ہے۔
خداوند ایہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

تصوف کو اسلامی اور روح دین کہنا کہاں تک صحیح ہے؟ ہر صحیح اسلامی تصور رکھنے والے حاس مسلمان کو اس سوال کا جواب دینا ہے۔

کوئی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصوف اور دوسرے علوم کا ارتقاء یکساں ہے تو عرض ہے کہ دوسرے علوم کے خدو خال واضح ہیں وہاں لاقانونیت کو جواز کا درجہ نہیں مل سکتا، لیکن تصوف کا مسئلہ دوسرا ہے اسے دراصل عقائد و عبادات کی بنیاد پر تزکیہ نفس کا کام کرنے کے لیے چنا گیا تھا، اور عقائد و عبادات توقیفی ہیں اس میں توسع اور ارتقاء کا سوال ہی نہیں، دوسرے یہاں خدو خال واضح نہیں دائرہ توقیف سے نکل کر یہاں صرف لاقانونیت ہے

اور ہر صوفی کی لاقانونیت یکساں ہے اور یکساں طور پر سب کو تصوف میں داخل مل گیا ہے اور یکساں طور پر انھیں قبولیت عامہ حاصل ہے۔

صوفیاء کے ان افکار و نظریات میں جنھیں قبولیت عامہ حاصل ہے تضادات کی اتنی کثرت ہے کہ ایک محقق ان کے افکار کے جنگل میں ہمیشہ بھٹکتا رہے گا، وہ یہ طے نہیں کر پائے گا کہ صحیح کیا ہے غلط کیا ہے، ایک طرف ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث ان کا سرچشمہ ہدایت ہیں، دوسری طرف طریقت اور علم باطن اور اسقاط الوسائط کے نام پر جہالت، باطنیت تاویل انکار شریعت کی ساری سرحدیں پار کر جاتے ہیں، علم باطن کا سرا حضرت آدم تک سے ملا دیتے ہیں، کبھی اس کا منہج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے ہیں، اس افضل البشر رسول رحمت سے جس نے علم چھپانے کی سزا یہ بتائی کہ علم چھپانے والے کو قیامت کے دن لوہے کا لکام پہنایا جائے گا۔ آپ سے علم باطن کا سلسلہ کبھی خلفاء راشدین کو ملتا ہے، کبھی حضرت علی کو کبھی آل بیت کو کبھی حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ کو۔ علم و دلائل کی جو رسوائی صوفیاء کے ہاتھوں ہوئی ہے وہ کسی باطنی فرقے سے بھی نہ ہوئی۔

تصوف دراصل ایک نشہ بن گیا ہے جو اس کا شکار ہوگا اسے اثرات سے چھٹکارا نہیں مل سکتا ہے۔

تصوف کو تسنن کے مقابلے میں تشیع زیادہ اس آتا ہے۔ باطنیت میں ہم آہنگی و دلائل سے بے اعتنائی، غلو و انتہا پسندی میں یکسانیت، رجال پرستی میں ہم آہنگی جذبات پر اعتماد، دونوں کے یہاں ایک جیسا ہے۔ رہبان تصوف جو ترک دنیا کو اپنا مشن بناتے ہیں اہل بیت جنھیں امارت و حکومت سے محرومی رہی ان کی نگاہ میں زیادہ بچتے ہیں، اہل تصوف اسرار طریقت کا انھیں راز دہاں بھی سمجھتے ہیں۔

اس وقت تصوف ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اسے دجل و فریب ٹھکی عیاری راس آتی ہے۔ تصوف کی بے راہ روی بے اصولی اور شخصی جذباتی تجربات پر

مبنی ہونے کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔

جو لوگ سچے تصوف کے دعویٰ دار ہیں انھیں تصوف کی بے اصولی کی نحوست ضرور لگتی ہے۔ تزکیہ کے نام پر استبداد اور سلوک کے نام پر عباد اللہ کو غلام بنانے کا یہ کام کبھی خوش آئند نہیں ہو سکتا۔

تصوف نے دعوت دین تربیت اور تزکیہ کے نام پر ہمیشہ اشخاص کو پروپوز کیا اور انھیں دین مان لیا، اور ان کی رفعت کو ناقابلِ تسخیر بنادیا، بلکہ دین کی راہ میں ہزاروں طاغوت کھڑا کر دیئے۔ یہ طواغیت وصول الی اللہ اور حق تک رسائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے۔

فصل پنجم

تصوف کے ہمہ جہتی سلبی اثرات

(۱) تصوف کا استبدادی نظریہ فرد کو تباہ کرتا ہے اس کے اندر موجود تمام توانائیوں کی پامالی ہوتی ہے وہ صرف خانقاہ کی جوتی بن کر رہ جاتا ہے۔

(۲) فرد کی تباہی کے نتیجے میں سماج متاثر ہوتا ہے، اسلام نے دنیا ہی کو مزرعت آخرت بتایا ہے مزرعت کو چھوڑ کر حصادِ خیر کی امید کیسے ہو سکتی ہے، فرد کی تباہی سے حرث و نسل کی تباہی ہوتی ہے، تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس خلاء سے پورا کاروبار حیات غیر اسلامی ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ اور انسانیت جبر و بربریت کا الحاد و کفر کا شکار ہوتی ہے۔ مادیت کا طفیان سمندر کی طغیانی بن جاتا ہے۔ اور طاغوتی راج قائم ہوتا ہے دفع شر میں اور انکار منکر میں اس کا کوئی کارنامہ نہیں ہوتا، فیملی پلاننگ والے اگر صوفی نظریات لے کر زیادہ سے زیادہ خانقاہ بنائیں تو آبادی گھٹ جائے گی۔

(۳) عقیدہ و شریعت کی مٹی پلید ہوتی ہے شرک الحاد اور بدعتیگی کی ساری خصلتیں تصوف کی وجہ سے مسلمانوں میں در آئی ہیں۔

(۴) توہم پرستی کا دور دورہ ہوتا ہے حجت و برہان اور دلیل کی بے وقعتی ہوتی ہے۔

(۵) قبر پرستی اور مظاہر شرک کی ساری برائیاں تصوف کی راہ سے عبادت و حسنات کا درجہ پا چکی ہیں، اصحابِ قبور کو کائنات میں متصرف مان لیا جاتا ہے، رجال الغیب کے

عقیدے کے بعد کائنات میں وہ قوت تصرف حاصل کر لیتے ہیں اور بربریت کا کل نظام ان کے ہاتھ میں آ جاتا ہے۔

(۶) وحدت الوجود کا کفریہ عقیدہ الملک الجبار کو خالقیت سے مخلوقیت کی سطح پر اتار دیتا ہے اور اس کی ساری قرآنی صفات باطل قرار پاتی ہیں، ہندوؤں سے بدتر اوتار کا عقیدہ اس تصور وحدت الوجود میں پایا جاتا ہے، ہندوؤں کے یہاں ۱۴ اوتار ہیں یہاں اوتار ہی اوتار ہیں۔

(۷) تصور شیخ اخلاص اور احسان کی جگہ لے لیتا ہے، اخلاص کی ساری آیتیں مسترد ٹھہرتی ہیں۔

(۸) مراقبہ، مجاورت قبر اور اعتکاف علی القبور اور چلہ کشی کے ذریعے تصوف کو وعید والی حدیث یعنی ”لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیائہم مساجداً“ میں داخل کر دیتا ہے۔

(۹) سجدہ تعظیسی مرشدوں کے لیے روارکھ کر شرک صریح کا ارتکاب ہوتا ہے، نماز کی بہت سی قسمیں ایجاد کر لی گئی ہیں، مناسک حج غیر اللہ کے لیے ادا ہوتے ہیں۔

(۱۰) ارادت و عقیدت اور بیعت کے شرائط و آداب کے التزام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و اتباع سے مکمل روگردانی ہوتی ہے۔

(۱۱) علم باطن کے نام پر قرآن و سنت کی کھلی تحریف ہوتی ہے اور تفسیر اشاری کا مستقل عنوان قائم ہو گیا ہے۔

(۱۲) طریقت کے نام پر شریعت کا استہزاء اور مذاق ہوتا ہے اور سرے سے شریعت ہی کو ساقط کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) کشف کے نام پر علم غیب کا صریحی ادعا پایا جاتا ہے۔

(۱۴) خواب و منامات احکام شریعت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

(۱۵) کرامات تصرف فی الکون اور نظام کوئی میں مداخلت کا ذریعہ بن گئے ہیں۔
 (۱۶) مرنے کے بعد صوفیاء دنیا میں لوگوں کی بگڑی بناتے اور ان کی فریاد سنتے ہیں،
 اور شکلیں بدل بدل کر دنیا میں آتے ہیں، اور ہندوؤں کے آواگون کے عقیدے کا بھرپور
 لطف اٹھاتے ہیں۔

(۱۷) ولایت کے نام پر نبوت سے مقابلہ آرائی کرتے ہیں اور اکثر رسالت و نبوت
 کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔

(۱۸) من مانی عبادات کی نئی نئی رسمیں نکالتے ہیں اور نئے نئے مجاہدات اور اوراد و
 وظائف خود پڑھ کر مستقل ایک فتنہ بن جاتے ہیں، اور ہر بلا کے لیے ایک وظیفہ اور ورد۔
 ہر مرض کے لیے بے شمار مجربات، ہر مقصد کے پورا ہونے کے لیے متنوع وظیفے اوراد
 و نسخے، ارواح کے بے شمار مجربات، شعوذہ، سحر، جادو، طلسم، ٹونا ٹونکا، عراقی کہانت قسمت
 آزمائی کی بے شمار شکلیں، علم الجفر، علم النجوم دسیوں قسم کے درود، علوم سفلی، پلینتا، نقوش،
 تعویذ قرآنی آیات کی گنتیاں اور ان کے نقوش، دھاگے باندھنا، تانت باندھنا، لوبان
 اگر بتیاں مختلف رنگ کے مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا، زعفران کی تعویذ وغیرہ وغیرہ اور اس
 طرح کی بہت ساری مصیبتیں ہیں جو اکثر شرک صریح پر منتج ہوتی ہیں، اور سماج میں کرپشن
 پھیلاتی ہیں تصوف میں نقش سلیمانی جیسی کتابیں انھیں صوفیائے کرتبوں کی دین ہیں۔

(۱۹) قصہ کہانی اور بے سرو پا روایتوں کی بہتات اور کثرت اور موضوع و ضفاف کا
 چلن جن کی تلاوت قرآن سے زیادہ ہوتی ہے اور اس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

(۲۰) اردو فارسی اور عربی نیز دیگر علاقائی زبانوں میں صوفی ادب و لٹریچر کی شہرت
 و اشاعت جو نثری و شعری اصناف سخن پر مشتمل ہیں جن میں مکتوبات ملفوظات کی خاص
 بہتات ہوتی ہے، شعری دواوین، اور مجموعات کی بھی کثرت ہے جن میں مثنوی مولانا روم
 جامی اور سعدی کے شعری ادب کو خاص اہمیت حاصل ہے، اردو ادب پر بھی تصوف کے

خاصے اثرات ہیں، لیکن اس صوفی ادب پر وحدت الوجود کا اثر زیادہ گہرا ہے، اس ادب نے عالم اسلام کے ادبا مفکرین اور علماء پر بہت برا اثر ڈالا ہے، اس نے ان کی شخصیت تہ در تہ بنادی ہے اور اس نے ان کے پاؤں کی بیڑی بن کر ان کی دینی مجہودات اور کارناموں کو بانجھ اور بے ثمر یا کج رو بنا ڈالا ہے۔ ان کے ملفوظات کی وہ کثرت ہے اور ان کا اس کثرت سے مطالعہ ہوتا ہے کہ دیگر اسلامی لٹریچر کو ان کے مقابلے میں مشکل سے پذیرائی ملتی ہے، اور مثنوی مولانا روم تو برصغیر اور ایران و توران کے لیے حکمت و طریقت کا خزینہ ہے اور جو پذیرائی اسے حاصل ہے، اسے ایک طرح سے تلقی بالقبول کا درجہ مل گیا ہے، برصغیر کے تمام طبقے باستثنائے اہل حدیث، اس سے بھرپور اعتناء رکھتے ہیں، حالاں کہ ان کی مثنوی میں وہ تمام خرافات موجود ہیں جو تصوف کے برگ و بار ہیں، علی میاں نے مولانا روم کو اصحاب دعوت و عزیمت میں شمار کیا ہے، انھوں نے دعوت و عزیمت میں مثنوی کو کافی اجاگر کیا ہے، اقبال جن کی شاعری پر لوگ سردھنتے اور حکیم الامت کے لقب سے نوازتے ہیں ان کے سب سے بڑے رہبر مولانا روم ہی ہیں، جاوید نامہ جو تصوراتی سفر آسمانی کی روداد ہے اس سفر میں ان کے رہنما مولانا روم ہی ہیں، اس ہفت افلاک سیر میں انھیں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ملتے ہیں جو مریض تصوف ہیں یا مریض مغربیت۔

حافظ جن کی شاعری تغزل ہے اور وہ بھی امر دانہ تغزل، اس پر تصوف کی پرچھائیں دیکھ کر برصغیر کے علماء و فقہاء عظام ان کا دیوان مطالعے کے لیے کھولتے ہیں اس دیوان میں انھیں ہاتھ غیبی سنائی دیتا ہے، اس سے فال نکال لیتے ہیں۔

(۲۱) خانقاہوں میں امرد پرستی کا رواج ہوا، حسین چہروں میں صوفیا مشاہدہ حق کرتے ہیں، صوفیا کے لیے حسین چہرے اتنے پرکشش ہوا کرتے تھے کہ وہ فوراً بے تاب ہو جاتے تھے، مولانا زکریا سیہارنپوری نے اپنی ”آپ جی“ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک پیر طریقت اپنے مریدوں کے ساتھ جارہے تھے، راستے میں ایک عیسائی لڑکی ملی جو سُر

چرا رہی تھی، شیخ طریقت نے مریدوں سے کہا مجھے اس لڑکی کے اندر اللہ کا جلوہ نظر آرہا ہے۔ میں اس کے ساتھ جا رہا ہوں، مریدوں نے شیخ کو منانا چاہا، منت سماجت کی، لیکن وہ نہیں مانے۔ مرید مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔ شیخ طریقت عیسائی لڑکی کے پاس گئے۔ اور گزارش کی کہ میں تمہارے اندر جلوۂ الہی دیکھ رہا ہوں، میرا ارادہ ہے تمہاری رفاقت اختیار کر لوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، پھر سوچا یہ شیخ طریقت نے اس مسیحی لڑکی کے ساتھ آٹھ دس سال تک سوچا یہ اب انھیں معرفت الہی ملی۔ واپس ہوئے تو فرشتہ رب ان کے علوم مرتبت کی خبر دینے پہلے ہی مریدوں کے پاس پہنچ چکا تھا، مرید آئے اور پوری عقیدت اور مسرت سے مرشد کو لے جا کر ان کے مسند کو پھر سے آباد کیا اور کار بار رشد و ہدایت جاری ہو گیا۔

یہ ہے قطب الاقطاب اور ایک شیخ الحدیث کی تصوف کے پس منظر میں دینی حس
ع تقویٰ بر تو اے چرخ گرداں تقویٰ

پھر بھی یہ حکم ہے کہ تصوف کے آگے گردن خم کر دو کہ اس سے دنیا و آخرت سنور جائے گی۔
(۲۲) تضاد عمل میں اور تضاد دعوے میں تصوف کا خاصہ ہے ایک طرف دعویٰ علم پروری اور کتاب و سنت پر عمل پیرائی کا ہے دوسری طرف علم اور حصول علم سے گریزان کا خاصہ ہے۔ اور باطنی علم اور طریقت کے نام پر سراسر کتاب و سنت سے بغاوت، اور ان کی تحریف ہوتی ہے۔

(۲۳) تصوف کو تنہا سے زیادہ تشیع راس آتا ہے، تصوف میں اہل بیت اسرار طریقت کے راز داں ہیں، رازداری کی نگہ انتخاب ان پر پڑنے کے بعد لازم آتا ہے تصوف خصائص تشیع کا حامل بھی بن جائے، تشیع کی تاویلات باطنیت، تحریف، مبالغات اور ادعاءات تصوف کے مزاج کے عین مطابق ہیں اس لیے تصوف و تشیع کا باہمی ارتباط لازمی ہے۔

(۲۴) عرس، قوالی چادر پوشی اور قبر پرستی کا رواج تصوف کی راہوں سے ہوا،

قبر پرستی میں تمام عبادات آجاتی ہیں، نیز وہاں عقیدت سے بھیڑ لگانا، چلہ کشی کرنا، مراقبہ کرنا، اعتکاف کرنا حدیث کے اعتبار سے قبر پرستی میں داخل ہے، ہر سال چھوٹے بڑے پیروں کا عرس لگتا ہے، اور وہاں منکرات کی ساری رسمیں پوری ہوتی ہیں نذرو نیاز اور منت کے چڑھاوے آتے ہیں، تخلیق راس ہوتا ہے، پیر کے نام پر بال چھوڑے جاتے ہیں، جھنڈے اٹھتے ہیں، شدر حال ہوتا ہے، قوالی کے نام پر تمام قسم کے شرکیہ گانے گائے جاتے ہیں یا عشقیہ غزلوں کا راگ الاپا جاتا ہے، حال آتا ہے رقص ہوتا ہے، موسیقی کی دھن کی بارش ہوتی ہے، اور پورا ماحول جنس زدہ ہوتا ہے، اکثر پر انھیں گا کر کے نشہ چڑھتا ہے جنھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ”الغناء من مزامیر الشیاطین“ اور ”الغناء تنبت النفاق فی القلب“ کہا ہے ان عرس کی تقریبات میں اس وقت کیا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اور اب تو سارا کاروبار طریقت و خانقاہیت جرائم خبیثہ کا ذریعہ بنا ہوا ہے، اب تو یہ صورت حال ہے کہ دھڑلے سے اس کاروبار قبر پرستی سے وابستہ قبوری خرافات ماننے والے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتے ہم صرف قبر والے کو جانتے ہیں۔ تصوف کو ماننے والے اس لعنت اور چھوت کو پتہ نہیں کب تک ماننے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تصوف کی گمراہی سے بچائے۔ آمین



اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟

دنیا بھر میں قبول اسلام کے سچے واقعات

اسلام دین حق ہے، اس کے عقائد سچے اور خالص ہیں، اس کی عبادات سادہ اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور اس کے پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی سیرت مطہرہ بنی نوع انسان کے لیے اسوۂ حسنہ ہے، ان عظیم حقائق کے باعث اسلام روز اول ہی سے مسلسل پھیلتا آ رہا ہے۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ آج امریکہ اور یورپ میں قبول اسلام کی شرح فزوں تر ہے۔ ”اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟“ ان خوش نصیب انسانوں کے تجربات و تاثرات اور قلبی واردات کا خوب صورت مرقع ہے جنہوں نے عیسائیت، یہودیت یا ہندومت کے باطل عقائد و افکار تج کر اسلام کے سائے میں پناہ لی۔ ان نو مسلموں کے اپنے سابق مذاہب کے حوالے سے اعترافات اور اسلام کے بارے میں والہانہ جذبات بڑے ایمان افروز ہیں جن سے اس دین حنیف کی ازلی وابدی سچائی کی روشنی کی طرح نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ یہ بے مثال کتاب ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے پڑھنے کی چیز ہے، بالخصوص وعظ و تبلیغ کے فرض عین میں مصروف لوگوں کے لیے بے فصل سوغات ہے۔ اسے خود پڑھ کر اسلام پر اپنا ایمان و یقین تازہ کیجیے اور دوسروں کو پڑھائیے کہ اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے نو مسلموں کی وابستگی کا قلبی مطالعہ دل و نگاہ کو رفعت و صلابت عطا کرتا ہے۔

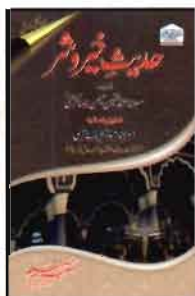
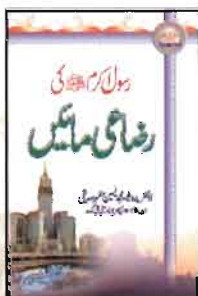
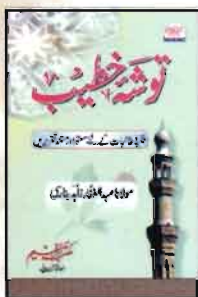
ناشر

مکتبہ الفہم
منہاجہ بن یونس

ادارۃ دعوت الاسلام کی مطبوعات

بریلوی عقائد	علامہ احسان الہی ظہیر
بریلویت اور یکفیری فتوے	علامہ احسان الہی ظہیر
بانی بریلویت کون اور کیا تھا؟	علامہ احسان الہی ظہیر
بریلوی تعلیمات	علامہ احسان الہی ظہیر
بریلوی افسانوی حکایات	علامہ احسان الہی ظہیر
اہل سنت کے بارے میں شیعہ کا موقف	علامہ احسان الہی ظہیر
صحابہ کے بارے میں شیعہ کا موقف	علامہ احسان الہی ظہیر
قرآن کے بارے میں شیعہ کا موقف	علامہ احسان الہی ظہیر
آئیے ناباشت کو پہچانیں	علامہ احسان الہی ظہیر
وسیلہ، اور شفاعت کا صحیح معنی و مفہوم	علامہ احسان الہی ظہیر
تقاریر علامہ احسان الہی	علامہ احسان الہی ظہیر

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں
ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات



MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : faheembooks@gmail.com
Website : www.fatheembooks.com

PRINT ART Delhi 23634222

₹ 25